E1DKHI

دل کش اردو

(درجۂ ششم)

ଦିଲ୍‌କଶ୍ ଉର୍ଦ୍ଦୁ

ଷଷ୍ଠ ଶ୍ରେଣୀ

اڈیشا اسکول تعلیمی پروگرام اتھارٹی،
بھوبنیشور

محکمۂ تعلیم اساتذہ اور صوبائی تحقیقی و تربیتی ادارہ برائے تعلیم،
اڈیشا، بھوبنیشور

ବିଦ୍ୟାଳୟ ଓ ଗଣଶିକ୍ଷା ବିଭାଗ, ଓଡ଼ିଶା ସରକାର

دل کش اردو

(درجۂ ششم)

ترتیب و تدوین: اردو نصابی ورک شاپ

طبع شدہ: ڈائرکٹریٹ آف ٹیچر ایجوکیشن اور
ایس۔سی۔ای۔آر۔ٹی، اڈیشا (بھوبنیشور)

حکومتِ اڈیشا کے محکمۂ اسکول اور تعلیم عامہ اور تحقیقی و تربیتی اداسرہ برائے تعلیم (صوبۂ اڈیشا)
کی جانب سے اس کتاب کی تدوین و تالیف کے لیے مقرر کردہ قلم کار اور مجلسِ ادارات کے اراکین۔

ڈاکٹر کرامت علی کرامت
سید منظور احمد قاسمی
ڈاکٹر شیخ مبین اللہ
خاور نقیب
سید فضل رسول
محمد مطیع اللہ نازش

کوآرڈی نیٹر:
ڈاکٹر تلوتما سیناپتی
ڈاکٹر سبیتا ساہو

ناشر: محکمۂ اسکول و تعلیمِ عامّہ، اڈیشا سرکار

سن اشاعت: 2010
2019

ترتیب: محکمۂ تعلیمِ اساتذہ اور صوبائی تحقیقی و تربیتی ادارہ برائے تعلیم، اڈیشا، بھوبنیشور
اور
ادارۂ نشر و اشاعت برائے کتبِ تعلیم و تدریس صوبۂ اڈیشا، بھوبنیشور

مکتبہ: درسی کتاب چھپائی و فروخت، بھوبنیشور

پیش لفظ

اب تک ابتدائی درجوں میں اردو کی درسی کتابیں اڈیشا میں طلبا کے لیے مہیا نہیں تھیں ۔ جس کی وجہ سے طلبا بہت ساری پریشانیوں کا سامنا کرتے تھے ۔ بروقت کتابیں نہ ملنے کی وجہ سے اساتذہ، والدین اور طلبا سبھی فکرمند رہا کرتے تھے ۔ اس کا بُرا اثر طلبا کے امتحانات کے نتائج پر بھی پڑتا تھا ۔ ہم عام طور پر دوسرے صوبوں کی کتابوں پر منحصر کرتے تھے ۔

یہ پہلا موقع ہے کہ حکومت اڈیشا نے ایس سی ای آر ٹی کو یہ ذمہ داری سونپی اور اس نے چند تجربہ کار اساتذہ پر مشتمل ایک مجلس ادارت قائم کی اور اس مجلس ادارت نے بہت سوچ سمجھ کر مختلف جماعتوں کے لیے اسباق کا انتخاب کیا ہے ۔ یہ کتابیں مرکزی حکومت کی این سی ایف ۲۰۰۵ء اور ریاستی حکومت کی ایسی سی ایف ۲۰۰۷ء کے مطابق تیار کی گئی ہیں ۔ ہمیں امید ہے کہ یہ کتابیں طلباء کے لیے بہت مفید اور کارآمد ثابت ہوں گی ۔ اسباق کے آخیر میں مشقیں جدید انداز کی ہیں جو طلباء کے ذہن کو وسعت عطا کریں گی اور ہم اس کو مزید بہتر کرتے جائیں گے ۔

یہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے جس میں پہلے اڈیشن کی چند خامیوں کو درست کی گئی ہیں ۔ ہم پر امید ہیں کہ زیرِ نظر کتاب اردو زبان کے طلبا کی بنیادی ضرورتوں اور مقاصد کو پورا کرے گی ۔

مجلسِ اِدارَت

فہرست

۱۔حمد (نظم)	سید عبدالعزیز معلمؔ سمبل پوری	1
۲۔اڈیشا کی تہذیب وثقافت	کرامت علی کرامت	3
۳۔برسات کی بہاریں (نظم)	نظیرا کبرآبادی	9
۴۔ماحول اور جنگل	احمد نور خاں	12
۵۔سلاخوں کے پیچھے	مولانا سید محمد اطہر	18
۶۔ایک پرندہ اور جگنو (نظم)	علامہ محمد اقبال	23
۷۔مشہور ریاضی داں....مولوی رحمت علی رحمت	خاور نقیب	27
۸۔کٹک کا فنِ تارکشی	سعید رحمانی	34
۹۔انی کٹ (نظم)	امجد نجمی	39
۱۰۔حضرت مولانا سید محمد اسمٰعیلؒ	محمد مطیع اللہ نازش	43
۱۱۔عظیم انسان...دل بہرا	محمود بالیسری	48
۱۲۔شمع محفل اور جگنو (نظم)	کرامت علی کرامت	53
۱۳۔حضرت مولانا حبیب الرحمٰنؒ	سید عطامحی الدین	57
۱۴۔علامہ اقبال کا خط مولانا سید سلیمان ندوی کے نام	(خط)	62
۱۵۔ترانۂ اڈیشا (نظم)	سید محمد راشد شبنم	64
۱۶۔ہندوستان کی خلائی کامیابیاں	اظہار اثر	68
۱۷۔مشین آدمی نہیں (نظم)	خاور نقیب	73
۱۸۔چمکنے والا جگنو	محمد خلیل	75

★★★

حمد

سید عبدالعزیز معلمؔ سمبل پوری

تعارف: سید عبدالعزیز معلمؔ سمبل پوری (اڈیشا) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سید محی الدین مجرمؔ سمبل پوری شعر و شاعری کے تعلق سے حضرت امیر مینائی کے شاگرد تھے اور خود معلّمؔ سمبل پوری کو بھی امیر مینائی سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ معلم سمبلپوری کا شمار اڈیشا کے استاد شعرا میں ہوتا ہے۔ آپ کے کلام کا دیوان ''کاخِ سخن الموسوم بہ نغمۂ یادگار'' ۱۳۳۱ھ بمطابق ۱۹۱۳ء میں آگرہ سے شائع ہوا تھا۔ آپ کی وفات ۱۹۲۴ء میں ہوئی۔ یہ حمد آپ کے دیوان سے منتخب کی گئی ہے۔

میں بندہ ہوں تیرا گنہگار یارب
مجھے بخش دے تو ہے غفار یارب

ترے فضل کی مجھ کو دولت ہے کافی
نہ چاہوں میں درہم نہ دینار یا رب

سبکدوش کر اپنے فضل و کرم سے
گناہوں سے ہوں میں گراں بار یا رب

یہی آرزو ہے یہی ہے تمنا
قیامت میں ہو تیرا دیدار یارب

معلّم کی طبعِ رسا کی مدد کر
لکھے حمد میں تا وہ اشعار یارب

★★★

E1MGY6

سوال

(الف) شاعر کس لیے اپنی بخشش چاہتا ہے؟
(ب) اللہ کی کون سی دولت شاعر کے لیے کافی ہے؟
(ج) شاعر کس کے دیدار کا خواہش مند ہے؟

مشق

۱۔ لفظ و معنی

لفظ	معنی	لفظ	معنی
غفار	بخشنے والا	فضل	رحم۔مہربانی
درہم	چاندی کا ایک سکّہ	دینار	سونے کا ایک سکّہ
سبکدوش	جس پر کوئی بوجھ یا ذمہ داری نہ ہو	گراں بار	بھاری
دیدار	درشن، نظارہ	طبع	طبیعت

۲۔ خالی جگہوں میں صحیح مصرع لکھ کر شعر مکمل کیجیے۔

میں بندہ ہوں تیرا گنہگار یارب ....
سبک دوش کر اپنے فضل و کرم سے ....
.... قیامت میں ہو تیرا دیدار یارب

۳۔ ایک شعر میں دو مصرعے ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

ترے فضل کی مجھ کو دولت ہے کافی ☆ نہ چاہوں میں درہم نہ دینار یارب
(پہلا مصرع) (دوسرا مصرع)

اوپر کے شعر میں جتنے الفاظ استعمال کیے گیے ہیں، انھیں شمار کر کے کاپی میں لکھیے۔

۴۔ کلمہ یا لفظ کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ (۱) موضوع (۲) مہمل

وہ لفظ جس کا کوئی معنی و مطلب ہو، ''موضوع'' کہلاتا ہے اور وہ لفظ جس کا کوئی معنی و مطلب نہ ہو ''مہمل'' کہلاتا ہے۔ مثلاً: کتاب (موضوع) وتاب (مہمل)، سبق (موضوع) وبق (مہمل)، مکان (موضوع) وکان (مہمل)، قلم (موضوع) ولم (مہمل)

★★★

اڈیشا کی تہذیب وثقافت

کرامت علی کرامتؔ

تعارف: پروفیسر کرامت علی کرامتؔ اردو کے مشہور ومعروف شاعر اور نثر نگار ہیں۔ اپنے والد مولوی رحمت علی رحمتؔ کی طرح آپ کو بھی ریاضی پر عبور حاصل ہے۔ کرامت علی کرامت ۲۳ ستمبر ۱۹۳۶ء کو کٹک میں پیدا ہوئے۔ اسکول کی تعلیم کے بعد کٹک کے راونشا کالج سے ایم ایس سی (ریاضی) کا امتحان پاس کیا اور اول پوزیشن حاصل کی۔ اس کامیابی پر آپ کو گولڈ مڈل سے نوازا گیا۔ سمبل پور یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ راونشا کالج کے وائس پرنسپل رہے اور کھلی کوٹ آٹونومس کالج میں پرنسپل کی حیثیت سے اپنے فرائض بھی انجام دیے۔ آپ کی کئی کتابیں مثلاً آبِ خضر، شعاعوں کی صلیب، اضافی تنقید، لفظوں کا آسمان (اڑیا سے ترجمہ) اور شاخِ صنوبر شائع ہوکر مقبول ہو چکی ہیں۔ آپ اڈیشا کی تاریخ وتہذیب پر بڑی گہری نظر رکھتے ہیں۔ یہ مضمون اسی نوعیت کا ہے جو حد درجہ معلوماتی اور مفید ہے۔

E9M8SB

مشرقی ہندوستان کا صوبۂ اڈیشا سماجی اور تہذیبی اعتبار سے عجیب وغریب صوبہ ہے۔ قدیم دور سے لے کر ترقی یافتہ تہذیب وثقافت تک انسان کے حالات کی تبدیلی وترقی کے تمام آثار یہاں پائے جاتے ہیں۔ یہاں کا فطری خزانہ مثلاً پہاڑ، جنگل، ندی، آبشار، جھیل اور سمندر کافی وسیع اور حسین وجمیل ہے۔ جس کی گود میں یہاں کی تہذیب پروان چڑھی ہے۔ یہ تہذیب مختلف تہذیبوں کے میل ملاپ کی وجہ سے اپنی مثال آپ ہے۔ یہاں کے ساحلی علاقوں اور دیگر ہموار علاقوں میں ترقی یافتہ تہذیب وثقافت کی خوبیاں موجود ہیں لیکن دور دراز کے پہاڑی علاقوں میں اب بھی آدی باسی کلچر کا بول بالا ہے۔

بعض ضلعوں میں تو آدی باسیوں کی اکثریت ہے۔ آدی باسیوں کے مختلف قبیلے الگ الگ بولیاں بولتے ہیں۔ وہ آدی باسی جو شہروں سے قریب رہتے ہیں جن کا مہذب لوگوں سے رابطہ رہتا ہے یا جو لوگ کانوں اور کارخانوں میں مزدوری کرتے ہیں ان کے مالی اور سماجی حالات قدرے بہتر ہیں۔ ورنہ ابھی پہاڑی علاقوں میں ایسے آدی باسی قبیلے آباد ہیں جو نیم برہنہ رہتے ہیں۔ جنگلی پھلوں، جڑوں، آم کی گٹھلیوں پر گزارہ کرتے ہیں۔ سردیوں کے موسم میں آگ جلا کر اپنے آپ کو موذی جانوروں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ تیر وکمان سے جنگلی جانوروں کا شکار بھی کرتے ہیں اور جنگلی جانوروں کا مقابلہ بھی کرتے ہیں۔

رسم ورواج، عقیدے، شادی بیاہ، رہن سہن، رقص وموسیقی کے اعتبار سے آدی باسی کلچر اپنی ایک الگ شناخت رکھتا ہے۔ یہ لوگ نہایت سادہ لوح انسان ہیں۔ سیاہ فام ہونے کے باوجود دل بہت صاف وشفاف رکھتے ہیں۔ ہر قبیلے کی اپنی الگ تھلگ لوک کہانی ہوتی ہے اور ہر قبیلے کا دعویٰ ہوتا ہے کہ اس کے جدامجد سورج یا چاند کی اولادوں میں سے تھے۔ بعض قبیلوں کے لوک گیتوں کو ڈاکٹر سیتا کانت مہاپاترا نے یکجا کر کے ان کا انگریزی ترجمہ شائع کیا ہے۔

اڈیشا کے بعض علاقوں میں قدیم عہد کے آثار دریافت ہوئے ہیں۔ جن علاقوں میں یہ چیزیں ملی ہیں ان سب کا تعلق اڈیشا کے آدی باسی علاقوں مثلاً میوربھنج، کیونجھر، سندرگڑھ، کوراپوٹ، کالاہانڈی، بولانگیر، انگول، ڈھینکانال وغیرہ سے ہے۔ اسی طرح چٹانوں اور گپھاؤں میں نقش ونگار اور مصوری کے قدیم نمونے بھی ملے ہیں۔ ان نمونوں میں سے کالاہانڈی، کوراپوٹ کی سرحد پر واقع گوڑاہانڈی، بیل پہاڑ کے قریب وکرم کھول، کھریار کے قریب جوگی مٹھ اور ضلع سندرگڑھ کے بعض قدیم نقش ونگار خاصی اہمیت رکھتے ہیں۔

ماضی میں اڈیشا کا نقشہ کبھی یکساں نہیں رہا۔ یہ وقت اور حالات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ بدلتا رہا ہے۔ اڈیشا جو کبھی گنگا سے لے کر گوداوری تک پھیلا ہوا تھا، کبھی یہ مختلف راجاؤں کے زیر حکومت مختلف علاقوں میں بٹ گیا۔ کبھی یہ ''اوڈر'' کہلاتا تھا۔ بعد میں کلنگا، اتکل، اڈیشا کہلانے لگا۔ کبھی اس کے کچھ حصے بنگال کے افغان حکمرانوں کے زیر حکومت رہے تو بعد میں مغلوں اور مرہٹوں کے قبضے میں آگیے۔ کچھ جنوبی حصے گولکنڈا کے علاقے میں شامل تھے تو بعد میں اورنگ زیب کی حکومت میں شامل ہو گیے۔ انگریز حکمراں کافی دیر سے یعنی ۱۸۰۳ء میں اس پر قابض ہویے۔ لیکن اہل اڈیشا کی مسلسل جدو جہد کی وجہ سے انگریزوں نے ۱۹۳۶ء میں اڈیشا کو ایک الگ صوبہ بنادیا۔ اس جدو جہد کی ابتدا مدھوسودن داس نے کی تھی۔ آزادی کے بعد جب ولبھ بھائی پٹیل کی کوششوں سے تمام رجواڑے مل گیے تو صوبۂ اڈیشا موجودہ شکل میں ابھرا جس کی اکثریت اڑیا زبان بولنے والوں کی ہے لیکن یہاں اردو، بنگلہ، تیلگو بولنے والے بھی موجود ہیں۔

اڈیشا کے آدی باسی علاقوں کے کلچر سے ہٹ کر یہاں کے ساحلی علاقوں کی تہذیب وثقافت کی روایت بھی بہت قدیم اور عظیم ہے۔ کلنگا کے شاہی خاندان سے دریودھن کے گھریلو رشتے اس بات کا ثبوت ہیں۔ کلنگا کے راجا نے چھے ہزار رتھ اور دس ہزار ہاتھی لے کر دریودھن کے ساتھ کوروکھشیتر کی جنگ میں حصہ لیا تھا۔ اسی طرح کلنگا کے بادشاہ چیتک نے اڈیشا مہابیر کو دعوت دی تھی جو کئی مرتبہ یہاں آیے تھے۔ جین بادشاہوں میں کھاربیلا کا نام سب سے اہم ہے۔ بھوبنیشور میں موجود اودے گری اور کھنڈ گیری کے علاوہ کیونجھر کے رام چنڈی، بھدرک کے چرمپا، کوراپوٹ کے کچیلا اور میورنجھنج کے باری پدا وغیرہ علاقوں میں جین مذہب کے قدیم آثار پایے جاتے ہیں۔ جب اشوک نے کلنگا پر حملہ کیا تو جنگ میں بے شمار سپاہی مارے گیے۔ اشوک کو اس کا بے حد افسوس ہوا اور انھوں نے یہاں بدھ مذہب اختیار کیا اور اس کی خوب تبلیغ کی۔ اڈیشا کے لانگوڑی پہاڑ، دھو لی گری، رتنا گری، للت گری، بدھا کھول وغیرہ علاقوں میں بدھ کلچر کے آثار قدیمہ اب بھی موجود ہیں۔

ہندووں کے چار دھاموں میں سے جگن ناتھ پوری کو ایک اہم دھام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ رتھ یاترا کے دوران سال میں ایک بار جگن ناتھ جی کو رتھ پر بٹھا کر سامنے لایا جاتا ہے۔

زمانۂ قدیم میں اڈیشا کی بحری تجارت کا دائرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ کلنگا میں تامرلیپی، چلی تالو، پالورا اور پتھوندا اہم بندرگاہیں تھیں۔ ان بندرگاہوں کے راستوں سے اڈیشا کے تاجر سری لنکا، جاوا، ساترا، بورنیو وغیرہ ملکوں کو

جایا کرتے تھے۔ یہ لوگ یہاں سے لوہا، کانسا، نمک، ادرک، لہسن، ہاتھی کے دانت وغیرہ لے جایا کرتے تھے اور ان ملکوں سے مونگا، جواہر سونا چاندی وغیرہ لے کر واپس آتے تھے۔ اڈیشا کی تامر لپی بندرگاہ کے راستے سے چین کے سیاح فاہیان سری لنکا ہوتے ہوئے چین واپس ہوئے تھے۔ محمد شاہ تغلق کی فوج کے ساتھ مسلمان پہلی بار اڈیشا کے علاقہ جاج پور تک آئے۔ راجہ مکند دیو سے اکبر بادشاہ کے دوستانہ تعلقات تھے۔ مکند دیو کو شکست دے کر بنگال کے افغان نواب سلیمان کرہانی نے اڈیشا کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ جب مغلوں نے بنگال کو فتح کیا تو اڑیسہ بھی مغلوں کے زیر حکومت آ گیا۔ پھر مسلمان سیاح، بزرگانِ دین اور تاجر یہاں آتے رہے اور اس طرح مسلمان اڈیشا کے تمام علاقوں میں پھیل گیے اس طرح اڈیشا میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی ملی جلی تہذیب و ثقافت کی بنیاد پڑی۔ ہندووں میں 'ستیہ پیر پالا' اسی تہذیبی میل ملاپ کا نمونہ ہے۔ قدم رسول (کٹک) مزار جلال الدین بخاری (کائی پدر) بھوجا کھیا پیر (بالیسر) وغیرہ مزاروں میں ہندو زائرین کافی تعداد سے جاتے ہیں۔ اڈیشا میں سب سے پرانی مسجد دیوان بازار، کٹک کی تاتار خاں شاہی مسجد ہے۔ اس کے علاوہ کٹک میں واقع قدم رسول ایک اہم مسلم عمارت ہے۔ جسے شجاع الدین محمد خاں نے بنوایا تھا۔ اسی طرح سونگڑہ کے محلّہ دریاپور میں واقع جامع مسجد کا شمار اڈیشا کے آثارِ قدیمہ میں ہوتا ہے۔

غرض کہ اڈیشا کی ایک عظیم سماجی اور تہذیبی روایت رہی ہے۔ اس کے فطری مناظر مثلاً چلیکا جھیل، چندر بھاگا، گوپال پور، پوری، چاندی پور اور پارادیپ کے سمندری ساحل، گرم چشمہ، پردھان پاٹ کا آبشار، بڑا اور چھوٹا گھاگرا، جھیل اور بے شمار درختوں سے گھرا ہوا چڑیا گھر ''نندن کانن'' ہمیں دعوتِ نظارہ دیتے ہیں۔

★★★

سوالات

۱۔ آدی باسی لوگ کس طرح کی زندگی گزارتے ہیں؟
۲۔ اڑیسہ میں آدی باسی علاقے کون کون سے ہیں؟
۳۔ کس سال انگریزوں نے اڑیسہ پر قبضہ کیا؟
۴۔ اڑیسہ میں اڑیا زبان کے علاوہ اور کون کون سی زبانیں بولی جاتی ہیں؟
۵۔ اڑیسہ کے کن علاقوں میں جین مذہب کے آثار پایے جاتے ہیں؟
۶۔ اڑیسہ کی سب سے پرانی مسجد کون سی ہے؟
۷۔ قدم رسول کی عمارت کس نے تعمیر کرائی تھی؟
۸۔ اڑیسہ کے کون کون سے سمندری علاقے سیر و تفریح کے لیے مشہور ہیں؟

مشق

ا۔لفظ و معنی

معنی	لفظ	معنی	لفظ
پرانے نشانات، تاریخی کھنڈرات	آثارِقدیمہ	ریاست، اسٹیٹ	صوبہ
گھر۔مکان	دھام	تعداد میں زیادہ، کثرت	اکثریت
بزرگی، عزت	شرف	گروہ، جتھا	قبیلہ
تجارت کرنے والا	تاجر	نیک خصلت۔تہذیب یافتہ	مہذب
ملک ملک گھومنے والا	سیاح	تکلیف پہنچانے والا	موذی
زائر کی جمع ہے۔زیارت کرنے والے	زائرین	گانا بجانا۔گانے بجانے کا علم	موسیقی
غار	گپھا	بھولا بھالا، نادان	سادہ لوح
ناچ	رقص	کالا کلوٹا	سیاہ فام
سمندری	بحری	پردادا	جدِّ امجد
پانی کا سوتا	چشمہ	ایک جگہ، اکٹھا	یکجا
پرانا	قدیم	قبضہ کرنے والا	قابض

۲۔لکیر کھینچ کر صحیح تعلق قائم کیجیے:

الف	ب
اتکل	جھیل
کوروکھشیتر	سلیمان کرہانی
اشوکا	شجاع الدین محمد خاں
قدم رسول	فاہیان
چلیکا	جین بادشاہ
کھاربیلا	بدھ مذہب کی تبلیغ
چینی سیاح	دریودھن
بنگال کے نواب	اڑیسہ

۳۔حروف کی کئی قسمیں ہیں۔ان میں سے ایک ''حرفِ جار'' ہے۔جن کی مدد سے الفاظ جڑ کر جملے بنتے ہیں اور موضوع یعنی معنی دار ہوتے ہیں۔میں، سے، پر، تک، کو وغیرہ حروف جار ہیں۔ذیل کے جملوں میں جہاں جہاں حروف جار ہیں ان کے نیچے پنسل سے لکیر کھینچیے۔مشرقی ہندوستان کا صوبہ اڈیشا سماجی اور تہذیبی اعتبار سے عجیب وغریب صوبہ ہے۔جب اشوکا نے کلنگا پر حملہ کیا تو بے شمار سپاہی مارے گیے۔محمد شاہ تغلق کی فوج کے ساتھ مسلمان پہلی بار اڈیشا کے علاقہ جاج پور تک آیے۔

۴۔ذیل کے الفاظ کی جمع لکھیے:

ندی۔علاقہ۔قبیلہ۔حالت۔اثر۔منظر۔ضلع

۵۔آپ کے لیے کام:

اردو پروجیکٹ کاپی میں اڈیشا کا نقشہ چسپاں کیجیے اور ذیل کے علاقوں کو الگ الگ رنگ دے کر واضح کیجیے۔کٹک۔میوربھنج۔انگول۔بھدرک۔سمبل پور۔

برسات کی بہار

نظیر اکبر آبادی

تعارف: نظیر اکبر آبادی کا اصل نام ولی محمد تھا۔ ۱۷۴۰ء میں دہلی میں پیدا ہویے۔ دہلی کی افراتفری سے بیزار ہوکر نظیر کے خاندان کو اکبر آباد (آگرہ) کے محلّہ تاج گنج میں آباد ہونا پڑا۔ نظیر کی پرورش بڑے ہی لاڈ پیار اور جتن سے ہوئی تھی۔ ان کو بچپن سے میلوں ٹھیلوں میں گھومنے اور سیر و تفریح کا شوق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری عوامی زندگی سے بہت قریب نظر آتی ہے۔ نظیر نے طویل عمر پائی۔ ان کا انتقال ۶ر اگست ۱۸۳۰ء کو آگرے میں ہوا۔

ہیں اس ہوا میں کیا کیا برسات کی بہاریں	سبزوں کی لہلہاوٹ ، باغات کی بہاریں
بوندوں کی جھم جھماوٹ، قطرات کی بہاریں	ہر بات کے تماشے ، ہر گھات کی بہاریں

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

بادل ہوا کے اوپر ، ہو مست چھا رہے ہیں	جھڑیوں کی مستیوں سے دھومیں مچا رہے ہیں
پڑتے ہیں پانی ہر جا، جل تھل بنا رہے ہیں	گلزار بھیگتے ہیں سبزے نہا رہے ہیں

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کیا کیا رکھے ہیں یارب سامان تیری قدرت	بدلے ہے رنگ کیا کیا ہر آن تیری قدرت
سب مست ہو رہے ہیں، پہچان تیری قدرت	تیتر پکارتے ہیں ''سبحان تیری قدرت''

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

بولیں بیے، بٹیریں ، قمری پکارے کوکو	پی پی کرے پپیہا، بگلے پکاریں توتو
کیا ہُدہُدوں کی حق حق، کیا فاختوں کی ہوہو	سب رٹ رہے ہیں تجھ کو کیا پنکھ کیا پکھیرو

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

چھت گرنے کا کسی جا غل شور ہو رہا ہے	دیوار کا بھی دھڑکا کچھ ہوش کھو رہا ہے
ڈرڈر حویلی والا ہر آن رو رہا ہے	مفلس، سو جھونپڑے میں دل شاد ہو رہا ہے

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کتنے تو کیچڑوں کی دل دل میں پھنس رہے ہیں	کپڑے تمام گندے دل دل میں بس رہے ہیں
کتنے اٹھے ہیں مر مر کتنے اُکس رہے ہیں	وہ دکھ میں پھنس رہے ہیں اور لوگ ہنس رہے ہیں

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

★★★

سوالات

۱۔نظم کے پہلے بند میں برسات کی کون کون سی بہاروں کا ذکر ہوا ہے؟
۲۔''جل تھل'' کا تعلق کس موسم سے ہے؟
۳۔کون، ہوا پر مست ہو کر چھا رہے ہیں؟
۴۔نظم میں جن پرندوں کا ذکر ہوا ہے ان کے نام لکھیے؟
۵۔برسات میں کیچڑ کے سبب لوگوں کی کیا حالت ہوتی ہے؟

مشق

۱۔لفظ و معنی

لفظ	معنی	لفظ	معنی
گھات	تاک۔دھوکا	گل زار	گلشن، پھلواری
دل شاد	خوش	اُکس	اٹھنا۔ابھرنا
پکھیرو	پرندہ	مفلس	غریب

۲۔نظم کے پہلے بند میں ''لہلہاوٹ'' اور ''جھم جھماوٹ'' دو الفاظ استعمال کیے گیے ہیں۔لیکن یہ اس طرح سے بھی لکھے جاتے ہیں۔لہلہاہٹ، جھم جھماہٹ۔ایسے پانچ الفاظ لکھیے جن کے آخر میں ''ہٹ'' ہو۔
۳۔کاپی میں ایسے ہی خانے بنا کر خالی جگہوں میں ہر پرندے کی مخصوص آواز لکھیے۔

پرندے	بگلا	فاختہ	قمری	پپیہا	ہد ہد
آواز					

۴۔ذیل کے الفاظ کی واحد لکھیے:

باغات۔قطرات۔تماشے۔سبزے۔بہاریں۔کپڑے

۵۔مفید معلومات:

(الف) اس نظم کے ہر بند میں پانچ مصرعے ہیں۔ایسی نظم کو ''مخمس'' کہتے ہیں۔
(ب) شعرا اپنے اصلی نام کے علاوہ ایک قلمی نام بھی رکھ لیتے ہیں۔اسے ''تخلص'' کہتے ہیں۔قلمی نام کا کوئی ایک ہی لفظ تخلص کا ہوتا ہے۔جیسے نظیؔر اکبر آبادی، محمد اقباؔل، امجد نجمؔی۔ان قلمی ناموں کی پہچان کے لیے اس پر یہ نشان (ؔ) لگایا جاتا ہے۔

★★★

ماحول اور جنگل

EA5ZVL

احمد نور خاں

تعارف: ماحول کے بغیر زندگی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ ماحول کے زیر اثر زندگی وجود میں آتی ہے اور پروان چڑھتی ہے۔ لیکن قدرتی ماحول میں انسان کی پیدا کردہ آلودگی کے سبب صرف فطرت کا حسن ہی نہیں بلکہ فطرت کا نظام بھی متاثر ہوا ہے۔ آج یہی آلودگی زمین پر موجود زندگی کے لیے نقصان دہ بن گئی ہے

احمد نور خاں ایک سائنس داں ہیں۔ ان کا یہ مضمون ماحولیات اور اس کے تحفظ پر بھرپور روشنی ڈالتا ہے۔

ماحول ہماری پیدائش،نشونمااورفلاح وبہبود پراثر انداز ہوتا ہے۔ماحولیات،ایک جاندار اوراس کے ماحول کے درمیانی تعلق و باہمی ربط کو کہتے ہیں۔وہ اشیا جو یقینی طور پر خطرناک ہیں یا جو ماحول کے استعمال میں خلل پیدا کرتی ہیں۔آلودگی کہلاتی ہیں۔

ماحول اور ہماری صحت کا بہت قریبی رشتہ ہے۔لوگوں کی خوشحالی کسی حد تک خوشگوار ماحول کا نتیجہ ہے۔ لیکن آلودگی،ماحول اورانسانی صحت دونوں کونقصان پہنچاتی ہے۔ہوا پانی اور زمین میں بہتی ہوئی گندگی ہماری سانس اور کھانے پینے کی اشیا کے ساتھ ہمارے جسم میں داخل ہوتی ہے۔اگرآلودگی کی مقدار زیادہ ہو یا پھر کم مقدارایک طویل عرصے تک جسم میں جذب ہوتی رہے تو بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں اوراکثر موت واقع ہوجاتی ہے

ہوامیں اڑتے ہوے گردوغبار یا وہ ذرات اوردھواں جوکارکانوں کےعمل یا جنگل کی آگ وغیرہ عمل سے پیدا ہوتے ہیں یا وہ معدنی ذخیرے جو دریا میں بہ کرپہنچ جاتے ہیں آلودگی پیدا کرتے ہیں۔انسانی عمل سے پیدا ہونے والی اس آلودگی سے ہم متاثر ہوے بغیر نہیں رہ سکتے تاہم انکی مقدار اگر ماحول میں ایک حدتک بڑھ جایے تو انسانی صحت کوخطرہ لاحق ہوجاتا ہے۔

اسی طرح انسان اپنے ہی ماحول میں طرح طرح کے خلل ڈالتا ہے۔مثلاً (۱) ضرورت سے زیادہ بڑھتی ہوئی آبادی (۲) سائنس اورٹیکنالوجی میں ترقی (۳) بلاامتیاز جانوروں کا شکاراورجنگلوں کی کٹائی۔

زمین پر جس طرح آبادی بڑھتی گئی۔خوراک،جگہ اور کارخانوں کی ضروریات بھی بڑھتی گئیں اوران ضروریات کو پوری کرنے کے لئے جنگلات کاٹے گیے اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔جنگل کئی جانداروں کی پناہ گاہ ہے۔سبزہ زاراورجنگلات،کل آکسیجن کی تقریباً تیس فیصد مقدار فراہم کرتے ہیں۔جنگلات اورسبزہ زاروں کی مسلسل تباہی ان جانداروں کے لیے ایک مسئلہ اور ہوا میں آکسیجن کی کمی کا باعث بن گئی ہے اور یہ مسئلہ ملک کی معاشی حالت پراثرانداز ہوتا ہے۔یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ اچھی زمین جب زرخیز ہوتی ہے تو وہ درختوں سے ڈھکی ہوتی ہے اس کی تین وجوہات ہیں: (۱) درخت ہوا کو روکتے ہیں،تیز ہوا کی رفتاراورطاقت کوکم کرتے ہیں اورزمین کے کٹاؤ کوروکنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔(۲) درختوں کی جڑیں مٹی کو مضبوطی سے پکڑتی ہیں بارش یا سیلاب کے بہاؤ میں زرخیز زمین کے بہہ جانے کا خطرہ نہیں ہوتا۔(۳) جب پیڑ پودے زمین میں سڑگل جاتے ہیں تو ان سے بنی ہوئی مٹی زرخیز زمین میں تبدیل ہوجاتی ہے۔

انسان نے سبزہ زاروں کو تباہ کر کے زمین کی زرخیزی چھین لی ہے اور اسے بنجر علاقوں اور پھر ریگستان میں بدل دیا ہے مثلاً تھار ریگستان انسان نے بنایا ہے ایک زمانے میں یہ علاقہ کافی گھنا جنگل تھا اور کہا جاتا ہے کہ شہنشاہ اکبر وہاں اکثر شکار کھیلا کرتے تھے لیکن یہ تباہ کن کام ملک میں اب بھی جاری ہے اور ایندھن، عمارتی ضروریات وغیرہ کے لیے مسلسل جنگلات کاٹے جارہے ہیں۔

پہاڑی علاقوں کے ڈھلان والے خطوں میں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے یہ اس لیے کہ عام طور پر وہاں ہریالی اور درخت ہوتے ہیں لیکن سبزہ زار اور جنگلات نہ ہونے سے کھلی میدانی زمین، بارش کے پانی کو روک نہیں پاتی جس کے نتیجے میں سیلاب آتے ہیں اور پھر پانی کی بے حد کمی محسوس ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ تیز رفتاری کے ساتھ جو گاد بہہ کر آتی ہے وہ ندیوں اور جھیلوں کی گہرائی کو کم کر دیتی ہے۔

دوسرے لفظوں میں جنگلات اور سبزہ زار پانی کے سلسلے میں باقاعدگی لاتے ہیں لیکن جنگلات کی غیر موجودگی کے سبب کبھی سیلاب آتے ہیں اور کبھی خشک سالی۔ بہار، گجرات، راجستھان، اور مہاراشٹر ایسے علاقے ہیں جو بری طرح خشک سالی کا شکار ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ بیشتر جھیلیں جو ڈھلان والے علاقوں میں پہاڑوں سے گھری ہیں اگر ان کی ڈھلان پر شجر کاری نہ ہو تو بارش کا پانی مٹی کی اوپری سطح کو بہا لے جاتے ہیں۔

ندی اور جھیلوں میں پانی کی کمی کے سبب، پینے کے علاوہ کارخانوں میں توانائی پیدا کرنے اور سینچائی کے سلسلے میں بڑی پریشانی ہوتی ہے۔

ہوا کو دنیا کے کسی ملک کی فضا یا سرحد کے قید میں نہیں رکھا جا سکتا۔ کارخانوں کا دھواں اور زہریلی گیس ہوا میں آلودگی پیدا کرتی ہے جس سے سانس لینے میں تکلیف ہوتی ہے اور پھیپھڑوں کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ لہذا چھوٹی سطح کی شجر کاری آج کل دیہاتی اکثریت کی ضرورت ہے۔ (۱) جلانے کی لکڑی کھانا پکانے کے لیے (۲ لکڑی تعمیرات کے لیے (۳) مویشیوں کے لیے چارہ کے طور پر درخت کی ضرورت (۴) زمین کی حفاظت اور غذا کی پیداوار کے لیے شجر کاری۔ یہ ذکر یہاں دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ سوئزرلینڈ میں شجر کاری کے پروگرام میں زیادہ سے زیادہ عوام شرکت کرتے ہیں۔ جہاں صرف ۵ رفیصد جنگلات حکومت کے کنٹرول میں ہیں جبکہ ۶۸ رفیصد مشترکہ کاشت سرکاری اور ۲۷ فیصد نجی ملکیت میں ہیں۔

بڑھتی ہوئی آبادی اور فی کس زرعی زمین میں کمی کو دیکھتے ہوئے ہمیں کم زمین میں زیادہ درخت اگانا ہے۔ یہ جب ہی ممکن ہے جب ہم ۲۵ رفیصد پھل والے درخت، چارہ، ایندھن، کھاد اور ریشے دار شجر لگائیں۔

معاشرتی جنگل بانی عموماً سماج کے لئے ہے۔ سندر لال بہوگنا نے ۱۹۷۳ء میں ایک تحریک شروع کی جسے ''چپکو تحریک'' کہتے ہیں اس کا مقصد درختوں کو کاٹے جانے سے بچانا ہے جب بھی کوئی شخص درخت کاٹنے کی کوشش کرتا عموماً عورتیں درختوں سے چپک جاتیں اور اس طرح درختوں کی جان بچ جاتی۔ بہوگنا کے خیال میں ہمارے آباواجداد جنگلات میں درختوں، ندیوں اور جھیلوں کے درمیان رہے اور انھوں نے زندگی کو کائنات کے ایک خاندان کا تصور دیا۔ لیکن جب ہم ایسی تہذیب جو سمندر کے کنارے یا صحرا میں نمودار ہوئی تو اس کے یہ اثر ہم نے شہر آباد کیے اور زرعی پیداوار بڑھانے کے لیے جنگلوں کو کاٹا۔ ہماری تہذیب کی دوڑ انسان اور قدرت کے درمیان رشتے کی تبدیلی کا باعث بنا۔

چپکو تحریک کی شروعات ایک معاشرتی تحریک سے ہوئی جس کا مطالبہ تھا، مقامی تجارت کے لئے سستی خام اشیا فراہم کرنا تاکہ ٹھیکہ داری کا نظام ختم ہو مگر یہ ایک ماحولیات کی تحریک بن اس تحریک میں شامل گاؤں کی سیدھی سادھی خواتین کا نعرہ ہے:

''ہمیں جنگل کیا دیتا ہے ۔مٹی پانی اور صاف ہوا''

اور یہی مٹی پانی اور صاف ہوا ہماری زندگی کی بنیادی ضروریات ہیں۔

★★★

سوالات

۱۔ ماحولیات کیا ہے؟
۲۔ آلودگی کسے کہتے ہیں؟
۳۔ آلودگی ہمیں کیا نقصان پہنچاتی ہے؟
۴۔ انسان اپنے ماحول میں کس طرح خلل ڈالتا ہے؟
۵۔ درختوں کے فوائد تحریر کیجیے؟
۶۔ ''چپکو تحریک'' کیا ہے؟

مشق

۱۔ لفظ و معنی

لفظ	معنی	لفظ	معنی
نشو ونما	پھولنا۔ پھلنا	آلودگی	ناپاکی۔ گندگی
ربط	لگاؤ۔ تعلق	اشیا	شے کی جمع۔ چیزیں
باہمی	آپس کا	جذب	چوسنا۔ کھینچنا
خلل	بگاڑ۔ خرابی	معدنی	دھاتی۔ کان سے تعلق
شجرکاری	درخت لگانا	توانائی	طاقت۔ زور
خشک سالی	سوکھا۔ کال	مشترکہ	ساجھے کا۔ شرکت کیا ہوا
خواتین	خاتون کی جمع۔ عورتیں	☆☆	☆☆

۲۔ اس سبق سے دس عدد چار حرفی الفاظ اور دس عدد پانچ حرفی الفاظ چن کر کاپی میں تحریر کیجیے۔ جیسے تعلق (چار حرفی) ماحول (پانچ حرفی)

۳۔مصدر یعنی وہ لفظ جس سے اور کلمے یا الفاظ بنتے ہیں۔اردو کے سب مصدر ''نا'' پر ختم ہوتے ہیں۔''نا'' اردو مصدر کی علامت ہے۔مثلاً دوڑنا، ہونا، کرنا وغیرہ۔

ذیل کے مصدروں سے جملے بنایئے۔

پڑھنا۔سونا۔چلنا۔کرنا۔جلنا۔

۴۔خالی جگہوں کو پر کیجیے:

(الف) ماحول اور ہماری صحت کا بہت قریبی.........ہے۔

(ب).......کئی جانداروں کی پناہ گاہ ہے۔

(ج) درختوں کی.........مٹی کو مضبوطی سے پکڑتی ہیں۔

(د) سندرلال بہوگنا نے سن.......میں ایک تحریک شروع کی تھی۔

۵۔آپ کے لیے کام:

اپنی پروجکٹ کاپی میں پیڑ اور پودے بنا کر ان میں مناسب رنگ بھریے اور بیس جملوں میں لکھیے کہ پیڑ اگانا کیوں ضروری ہے؟

سلاخوں کے پیچھے

مولانا سید محمد اطہر

تعارف: مولانا سید محمد اطہر ایک جید عالم دین، ادیب وسیاست داں اور جنگِ آزادی کے مرد مجاہد تھے۔ آپ ۱۸ر مئی ۱۹۱۴ء کو قصبہ سونگڑہ کے محلّہ دریا پور میں پیدا ہویے۔ آپ نے وطنی جذبے کے تحت مراد آباد سے (۱۹۳۰ء میں) اپنی سیاسی اور مجاہدانہ زندگی کا آغاز کیا۔ اس وقت آپ کی عمر صرف پندرہ سال تھی۔ ۱۹۳۲ء میں پہلی بار گرفتار ہو کر دریا گنج جیل میں قید ہویے۔ آپ مراد آباد کے علاوہ دہلی، دیو بند، سہارن پور اور اڈیشا کی کم وبیش ہر تحریکِ آزادی میں نمایاں طور پر شامل رہے۔ ۱۹۴۲ء میں مولانا کو کٹک سے گرفتار کر کے برہم پور جیل بھیج دیا گیا۔ ۶ جنوری ۱۹۴۵ء کو رہائی عمل میں آئی لیکن نظر بند رہنے کا حکم نافذ کر دیا گیا۔ اڈیشا کے اس مردِ مجاہد کی وفات ۱۶ر اکتوبر ۱۹۷۴ء کو کٹک میں ہوئی اور قدم رسول کٹک میں مدفون ہویے۔ ذیل کی تحریر مولانا اطہر کی جیل ڈائری ''سلاخوں کے پیچھے'' سے ماخوذ ہے۔ جسے خاور نقیب نے مرتب کر کے MYCA (کٹک) کے زیر اہتمام شایع کیا۔

۱۹۳۸ء کے آخری مہینوں میں تکمیل نصاب ہو چکی تھی۔مگر میری خواہش فی الحال گھر لوٹ آنے کی نہ تھی۔ گھر والوں کا تقاضہ بڑھ رہا تھا۔مگر ضلع کانگریس کی نظامت اور صوبہ جمعیت کی دفتری مصروفیت بہت بڑھ گئی تھی۔ضلع کانگریس کی نظامت اور صوبہ جمیعت کی دفتری ذمہ داری میری راہ میں حائل رہیں۔ساتھ ہی مرکزی جمعیۃ علماء کا اجلاس بھی قریب کے مہینوں میں بلوایا جارہا تھا۔تاہم آل انڈیا کانگریس کے دفتر سے ڈاکٹر اشرف کا مسلسل یہ اصرار بڑھتا ہی رہا کہ مجھے اڈیشا جلد سے جلد پہنچنا چاہیے۔اجلاس اور ضلع کانگریس کی نظامت سے سبکدوشی کے بعد رسالہ قائد (مرادآباد) کی ذمہ داری مجھ پر پڑگئی۔ میں مطمئن تھا کہ مناسبِ حال مصروفیت میرے ہاتھ ہے۔وقت اور حالات کی سازگاری کے پیش نظر میں اڈیشا پہنچ جاؤں گا۔یکا یک اشرف صاحب کا ایک خط موصول ہوا کہ ''آل انڈیا کانگریس کی طرف سے اڈیشا کی صوبائی اور ضلعی کانگریس کمیٹیوں کو آپ کے اڈیشا پہنچنے کی اطلاع دے دی گئی ہے۔اور آپ براہ راست اپنے پہنچنے کی تاریخ سے مطلع کر دیجیے۔''

ڈاکٹر اشرف کی ہدایت کے مطابق ۷/دسمبر ۱۹۳۹ء کو کٹک پہنچا۔کارکنان اڈیشا اگر چہ سخت پارٹی بازی میں مبتلا تھے مگر ایک جماعت جو ضلع کمیٹی پر قابض تھی اس نے میرا خیر مقدم کیا۔میرے کاموں کے لیے بہت سی سہولتیں فراہم کرنے کا وعدہ کیا گیا۔اڈیشا میں حالانکہ وزرات مستعفی ہو چکی تھی۔مگر مسلمانوں کی شکایت تا حال تازہ تھی۔مسلم لیگ بھی خاصی منظّم اور طاقت ور تھی۔انھیں جب معلوم ہوا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے راجندر پرساد جی کے بیان کی تائید کی تھی تو ان کی مخالفت از سرنو تازہ ہو گئی۔کانگریسی مسلمان جو ایک آدھ تھے انھیں اگر چہ کانگریس سے شکایتیں تھیں مگر برابر اپنے اصول پر قائم تھے۔قوم پرست مسلمان، مسلم آبادی کے اندر کانگریس کا جلسے کرنے کے خلاف تھے۔لیکن میرے اصرار پر کئی جلسے کٹک شہر کے اندر منعقد کیے گیے۔مگر ان کی جانب سے مخالفانہ کارروائی نہیں ہوئی۔اس صورتِ حال کو دیکھ کر ضلع کانگریس کی طرف سے میرے دورے کا پروگرام طے ہوا۔اس دورے میں لیگ مخالفین سے دو چار ہونا پڑا۔مگر میں نے اپنی تقریر کے ذریعہ صورتِ حال پر قابو پالیا۔جلسہ کے ختم ہونے کے بعد کیندرا پاڑہ کے چند لیگی رضا کاروں نے اپنی وردیاں پھینک کر کانگریس کی رکنیت قبول کر لی۔

(اڈیشا میں) میری ہمت افزائی کے لیے کوئی اخبار یا کانگریس کے سوااور کوئی جماعت بھی نہیں تھی۔ان تمام مشکلات اور سیاسی امور کے مقابلے کے لیے میں تنہا رہ گیا تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ بھدرک کی لیگی بہت طاقتور ہے۔اگر میں وہاں گیا تو ان سب باتوں کا بدلہ بس وہیں اتار لیا جایے گا۔اس وقت مہتاب بابو بھدرک میں موجود تھے۔میں بھدرک پہنچ گیا۔وہاں کے مسلم کارکنوں سے تبادلۂ خیال ہوا۔سبھوں نے عام جلسہ کرنے کی مخالفت کی۔مگر میرے اصرار پر جلسے کا بندوبست کیا گیا۔مہتاب بابو نے بھی اس جلسے میں شرکت کی۔جلسے کے اختتام پر وردی پوش رضا کاروں نے زبردست مظاہرہ کیا۔اورنہایت اشتعال انگیز طریقے سے میری موٹر پر چڑھائی کی گئی۔مگر فوراًہی حالت پر قابو پالیا گیا۔

کٹک میں ستیہ گرہ (۱۹۴۱ء)

دسمبر ۱۹۴۰ء سے انفرادی سول نافرمانی شروع ہوگئی۔میں نے اپنا نام گاندھی جی کی منظوری کی پہلی فہرست میں داخل کرنا چاہا۔مگر پہلی فہرست کی کوئی ایک شرط بھی مجھ پر منطبق نہیں تھی۔لہٰذا دوسری فہرست کی منظوری میں داخل ہوگیا۔۶رجنوری ۱۹۴۱ کو میں نے خاص مسلم حلقہ قدم شریف کے احاطے میں ستیہ گرہ کیا۔مسلمان کثیر تعداد میں شریک تھے۔کانگریس کی طرف سے وداعی پارٹی بھی دی گئی تھی۔مجھے ۷ ماہ جیل میں گزارنے پڑے۔رہائی کے بعد میری صحت خراب ہوگئی تھی۔اگرچہ کانگریس کا کام معمولی طور پر جاری تھا۔مگر میرا اندازہ ہے کہ میرے ہونے یا نہ ہونے کی کسی کو بھی پرواہ نہ تھی۔اسی دوران وزارت بن گئی۔کانگریس کے خلاف زہر اگلا جانے لگا۔مجھ سے نہ رہا گیا۔کٹک پہنچ کر عام جلسہ میں وزرات پر عدم اعتماد کی تجویز پیش کی۔اس عدم اعتماد کے جلسے میں مخالفین کی طرف سے بڑا ہنگامہ شروع کردیا گیا۔بڑی کشمکش کے بعد عدم اعتماد کی تجویز منظور ہوئی۔عین موقع پر ڈاکٹر مہتاب بھی رہا ہوکر آگیے۔ان کی وجہ سے وزارت کے خلاف کئی عام جلسے ہویے۔باوجود علالت کے میں ہر کانفرنس میں شرکت کرتا رہا۔وزارت پر عدم اعتماد کا دعویٰ اسمبلی میں پیش ہونے والا تھا۔میں مولانا ابوالکلام آزاد سے ملنے کلکتہ گیا اور مولانا آزاد کی ہدایت کے مطابق اس سلسلے میں مجھ سے جو کچھ ہوسکا وہ میں نے کیا

★★★

سوالات

ا۔مولانا اطہر نے اپنی تعلیم کب مکمل کی؟
۲۔ڈاکٹر اشرف کے اصرار پر مولانا کب کٹک پہنچے؟
۳۔کس جلسے میں مہتاب بابو بھی شریک تھے؟
۴۔مولانا اطہر کا نام گاندھی جی کی کون سی فہرست میں شامل تھا؟
۵۔کٹک میں ستیہ گرہ کب اور کہاں ہوا؟
٦۔ستیہ گرہ کے بعد مولانا کتنے مہینوں تک جیل میں رہے؟
۸۔مولانا آزاد سے آپ کی ملاقات کہاں ہوئی؟

مشق

ا۔لفظ و معنی:

لفظ	معنی	لفظ	معنی
نصاب	پڑھائی کا کورس	رضا کار	اپنی مرضی سے کام کرنے والا
نظامت	انتظام۔ناظم کا کام	انجام	خاتمہ۔آخری
ہدایت	حکم۔رہبری	اختتام	آخر۔خاتمہ
خیر مقدم	استقبال	اشتعال	آگ بھڑکانا۔جوش
رکنیت	رکن ہونا۔ممبر شپ	منطبق	موافق۔ٹھیک
علالت	بیماری	کشمکش	کھینچا تانی۔جھگڑا
مستعفی	چھوڑنے والا	امور	امر کی جمع۔حکم،کام

۲۔ متضاد، لفظِ ضد سے بنا ہے۔جس کے معنی ''الٹا'' ہے جیسے:

صبح/شام، حلال/حرام/استاد/شاگرد

ذیل میں دیے گیے الفاظ کی ضد لکھیے۔اندر۔مشکل۔طاقت ور۔سخت۔اول۔قید۔فائدہ

۳۔قوسین میں دیے گیے لفظوں میں سے صحیح لفظ چن کر خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

(۶ جنوری ۱۹۴۱، ڈاکٹر اشرف، قائد، کٹک۔ستیہ گرہ)

(الف) رسالہ..................کی ذمہ داری مجھ پر پڑ گئی۔

(ب) آل انڈیا کانگریس کے دفتر سے..........کا مسلسل اصرار بڑھتا رہا کہ مجھے...........جلد پہنچنا چاہئے۔

(ج) میرے اصرار پر کئی جلسے......شہر کے اندر منعقد کیے گیے۔

(د)......کو میں نے قدم شریف کے احاطے میں......کیا۔

۴۔ذیل کے انگریزی الفاظ کے معنی استاد سے پوچھ کر کاپی میں تحریر کیجیے:

کمیٹی۔پارٹی۔پروگرام۔الیکشن۔فنڈ۔رزلٹ۔سول۔

۵۔اسم سے مراد وہ کلمہ یا لفظ ہے جس سے کسی شخص، چیز یا جگہ کا نام معلوم ہو۔مثلاً اشرف۔اڈیشا۔قلم۔رسالہ۔ دہلی وغیرہ۔اس سبق سے پانچ اسم تلاش کر کے کاپی میں لکھیے۔

۶۔ مفید معلومات:

(الف) دین اسلام کے جاننے والے عالموں کی ایک قدیم تنظیم جو جمعیۃ العلما ہند کے نام سے مشہور ہے، ۱۹۱۹ء میں قائم ہوئی۔اس ادارے سے جڑے ہوئے عالموں نے جنگ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور سیکڑوں علما نے ملک کی آزادی کے لیے اپنی جانیں قربان کیں۔مولانا اطہر کا تعلق جمیعۃ العلما ہند سے بھی تھا۔

(ب) جنگ آزادی کے وقت ''مسلم لیگ'' نام کی ایک تنظیم بہت ہی فعال تھی۔لیکن اس کے اصول اور نظریات مختلف ہونے کی وجہ سے اس وقت کے کئی جانے مانے لوگ اس کے خلاف تھے۔

(ج) ڈاکٹر ہرے کرشن مہتاب جنگ آزادی کے ایک مجاہد تھے۔اڈیشا کے وزیر اعلیٰ (چیف منسٹر) کی حیثیت سے ان کے کئی کارنامے روشن ہیں۔مولانا اطہر اڈیشا اسمبلی کے ممبر (ایم ال اے) بھی تھے۔

(د) دنیا کے بڑے بڑے لوگوں نے اپنی زندگی کے حالات لکھے ہیں۔اس قسم کی تحریر کو ''خودنوشت'' یا ''آپ بیتی'' کہتے ہیں۔

★★★

ایک پرندہ اور جگنو

علامہ اقبال

تعارف :ڈاکٹر محمد اقبال ۹/نومبر ۱۸۷۷ کو سیالکوٹ (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ان کا داخلہ سیالکوٹ کالج میں ہوا۔ جہاں ان کو شمس العلما مولوی سید میر حسن جیسے قابل استاد ملے ۔ سیالکوٹ کالج سے ایف اے کرنے کے بعد اقبال لاہور آگیے اور یہاں کی تعلیم سے فارغ ہوکر انھوں نے انگلستان کا سفر کیا ۔ وہاں سے بیرسٹری کی اور جرمنی سے ڈاکٹر آف فلاسفی (پی ایچ ڈی) کی ڈگری حاصل کی ۔ علامہ اقبال اردو اور فارسی کے عظیم شاعر تھے۔ آپ کو داغ دہلوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ اسرارِ خودی، رموزِ بے خودی، پیام مشرق، بانگ درا، کلیاتِ اقبال وغیرہ آپ کے فارسی اور اردو کلام کے مجموعے ہیں۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبال کی وفات ۲۱/اپریل ۱۹۳۸ء کو لاہور میں ہوئی۔

★★★

سرِ شام ایک مرغِ نغمہ پیرا — کسی ٹہنی پہ بیٹھا گا رہا تھا

چمکتی چیز اک دیکھی زمیں پر — اڑا طائر اسے جگنو سمجھ کر

کہا جگنو نے او مرغِ نواریز — نہ کر بے کس پہ منقارِ ہوس تیز

تجھے جس نے چہک ، گل کو مہک دی — اسی اللہ نے مجھ کو چمک دی

لباسِ نور میں مستور ہوں میں — پتنگوں کے جہاں کا طور ہوں میں

پروں کو میرے قدرت نے ضیا دی — تجھے اس نے صدائے دل ربا دی

تری منقار کو گانا سکھایا — مجھے گلزار کی مشعل بنایا

چمک بخشی مجھے، آواز تجھ کو — دیا ہے سوز مجھ کو، ساز تجھ کو

قیامِ بزم ہستی ہے انھیں سے — ظہورِ اوج وپستی ہے انھیں سے

★★★

سوالات

۱۔کون ٹہنی پہ بیٹھا گا رہا تھا؟

۲۔ پرندوں کو چہک اور پھولوں کو مہک کس نے دی ہے؟

۳۔پتنگوں کے جہاں کا طور، کون ہے؟

۴۔قدرت نے دل کو لبھانے والی آواز کسے عطا کی؟

۵۔آخری شعر میں شاعر نے کس بات پر زور دیا ہے؟

۶۔اقبالؔ کی اس نظم کو زبانی یاد کیجیے۔

مشق

۱۔لفظ و معنی

معنی	لفظ	معنی	لفظ
ظاہر ہونا	ظہور	پرندہ۔مرغا	مرغ
ایک خیال ہونا۔ساتھی	ہم آہنگ	پرندہ، چڑیا	طائر
پھول کھلنے کا موسم	بہار	چہچہانے والا	نغمہ پیرا
باغ۔باغیچہ	بوستاں	چونچ	منقار
پرندے کا چہکنا	نواریز	ایک پہاڑ کا نام	طور
روشنی	ضیا	چھپا ہوا	مستور
چراغ دان۔موٹی بتی	مشعل	باجا۔سامان	ساز
گہرائی۔نیچائی	پستی	اونچائی۔بلندی	اوج

۲۔خالی جگہوں میں صحیح مصرع لکھ کر شعر مکمل کیجیے۔

چمکتی چیز اک دیکھی زمیں پر ....

.... اسی اللہ نے مجھ کو چمک دی

لباس نور میں مستور ہوں میں ....

تری منقار کو گانا سکھایا ....

۳۔اس نظم میں واؤ معروف اور واؤ مجہول کی کئی مثالیں موجود ہیں۔واؤ معروف اس 'وٗ' کو کہتے ہیں جو پیش (و) کی آواز کے ساتھ پڑھا جایے۔جیسے: دور، حور، ضرور وغیرہ۔واؤ مجہول وہ 'وٗ' ہے جو صرف واؤ کی آواز کے ساتھ پڑھا جایے۔جیسے مور، شور، بھور، وغیرہ اس نظم سے واؤ معروف کی تین اور واؤ مجہول کی تین مثالیں تلاش کر کے کاپی میں لکھیے۔

۴۔ہم آہنگی سے ہے محفل جہاں کی اسی سے ہے بہار اس بوستاں کی

اس شعر کا مطلب اپنے استاد سے پوچھ کر لکھیے۔

۵۔جملے بنائیے: شام۔ٹہنی۔لباس۔قدرت۔آواز

۶۔آپ کے لیے کام:

علامہ اقبال کی تصویر حاصل کر کے اردو پرجیکٹ کاپی میں چسپاں کیجیے اور اس کے نیچے ان کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات لکھیے۔

★★★

مشہور ریاضی داں اور شاعر: مولوی رحمت علی رحمتؔ

EAXN1J

خاور نقیب

تعارف: اڈیشا کے قادر الکلام شاعر سید عبدالحلیم نقیبؔ مرحوم کے فرزند سید معشوق الٰہی جو دنیایے ادب میں خاور نقیب کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ ۶ دسمبر ۱۹۶۵ء کو قصبہ سونگڑہ کے محلّہ دریاپور میں پیدا ہویے۔ تعلیم سے فارغ ہوکر آپ نے سرکاری درس گاہ میں درس و تدریس کا پیشہ اختیار کیا۔ خاور نقیب ایک نامور قلم کار ہیں۔ آپ کی مرتبہ کتابیں مثلاً سلاخوں کے پیچھے (مولانا اطہر نادر کی جیل ڈائری) صریر خامہ (ادبی خطوط کا مجموعہ)۔ "قلم فردوس" آپ کی نظموں کا مجموعہ ہے۔ اسی طرح ادبی رسالہ "ترویج" اور بچوں کا رسالہ "جگنو" آپ کے حسن ادارت کا آئینہ دار ہے۔ آپ کی ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہویے اڈیشا اردو اکاڈمی، نجمی اکاڈمی، سواگتیکا اور کلچرل سنگم اکاڈمی نے موصوف کو ایوارڈ سے نوازا ہے۔

مولوی رحمت علی

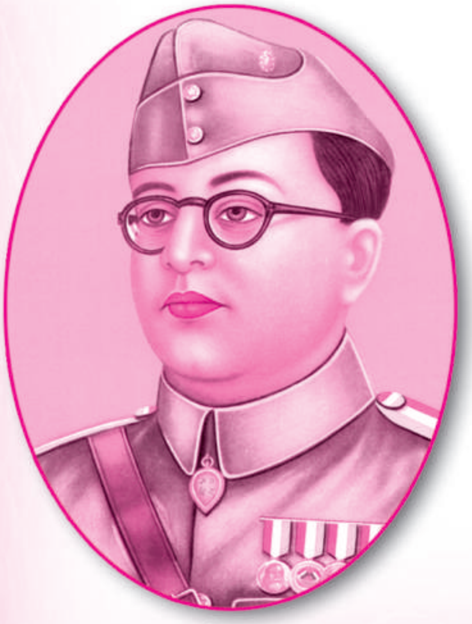

نیتا جی سبھاش چندر بوس

مطالعے کے کمرے میں باقر اور شگفتہ کے درمیان یہ بحث چھڑ گئی تھی کہ حساب اور جغرافیہ میں کون سا موضوع زیادہ دلچسپ اور مفید ہے۔ باقر طرح طرح کی دلیلوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ حساب سے بڑھ کر دلچسپ موضوع اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن شگفتہ اپنے سر کو جھٹک جھٹک کر ایک ہی بات کہے جا رہی تھی کہ حساب سے زیادہ دلچسپ اور معلوماتی موضوع جغرافیہ ہے جو ہمیں پوری دنیا کی سیر کرا دیتا ہے۔ دونوں کے درمیان تو تو میں میں جاری تھی کہ کمرے میں شہاب احمد داخل ہوئے۔

لمبا سا قد، کمر قدرے جھکی ہوئی۔ سر اور ڈاڑھی کے بال بالکل سفید، ہاتھ میں پرانے طرز کی لاٹھی۔ جو شاید ان کے دادا کے استعمال میں بھی رہی ہو۔ غرض کہ شہاب احمد کی ضعیفی کے آثار صرف ان کے جسمانی اعضا سے ہی ظاہر نہیں تھے بلکہ ان کے استعمال کے ساز و سامان سے بھی ان کا بڑھاپا جھلک رہا تھا۔

لاٹھی کی ٹھک ٹھک آواز کو سن کر باقر اور شگفتہ کی زبانی جنگ یکلخت رک گئی۔ انھوں نے دیکھا سامنے دادا جی پیشانی پر بل ڈالے اور آنکھیں موند کر کھڑے ہیں۔

شہاب احمد (کمزور آواز میں) ارے یہ پڑھائی کا کمرہ ہے یا ہاٹ بازار؟ آخر کس بات پر جھگڑا ہو رہا ہے؟

باقر (شگفتہ کی طرف اشارہ کر کے) دادا جی! اس نک چڑھی نے تو میرا دماغ خراب کر رکھا ہے۔ یہ بولنے لگتی ہے تو لگتا ہے کسی نے پوری آواز کے ساتھ ریڈیو چلا دیا ہو۔ طرح طرح کی آوازیں نکالتی ہے۔

شہاب احمد لاٹھی ٹیکتے ہوئے شگفتہ کے پاس کرسی سنبھال کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کا رنگ پھیلا ہوا تھا۔

شہاب احمد (عینک درست کرتے ہوئے) میاں باقر! تم صرف شگفتہ پر الزام دھرے جا رہے ہو۔ کیا تمھاری آواز بھی کسی سے کم ہے؟ خیر، جانے دو۔ بتاو، کیا معاملہ ہے؟

اس سے پہلے کہ باقر کوئی جواب دیتا۔ شگفتہ کی زبان چل پڑی۔

شگفتہ: دادا جی! بھائی جان کو ذرا سمجھا دیجیے کہ جغرافیہ کتنا اچھا سبجیکٹ ہے۔ یہ ہمیں زمین اور اس کی بناوٹ، اس کی پیمائش اور رنگ روپ کے علاوہ اونچے اونچے پہاڑ، گھنے جنگل، دریا، سمندر اور ریگستان وغیرہ کے بارے میں بھرپور معلومات فراہم کر دیتا ہے۔ مجھے حساب تو بالکل پسند نہیں۔

باقر: اسی لیے تو حساب میں آلو جیسے بڑے بڑے زیرو لاتی ہو۔

شہاب احمد (ہنستے ہوئے) اب میں نے خوب سمجھا۔تم دونوں کی تکرار اور لڑائی کے پیچھے لڈو برفی کا نہیں بلکہ دو کتابوں کا ہاتھ ہے۔ایسی بحث و تکرار تو خوب ہے۔اسی کو ہی علمی بحث کہتے ہیں۔لیکن اس میں بھی گفتگو کے آداب کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔میاں باقر تم بھی قریب آجاو۔

باقر، شرارتی انداز میں شگفتہ کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہوا کرسی پر بیٹھ جاتا ہے۔

شگفتہ (چڑ کر) تمہارے ہاتھ تو اسکیل اور پرکار پکڑ پکڑ کر کھردرے ہو گیے ہیں۔اپنے یہ ہاتھ اپنے ہی سر پر پھیرو تو اچھا ہے۔

شہاب احمد: نہیں۔نہیں اب شرارت نہیں۔تم دونوں میری باتوں کو غور سے سنو۔ ہر وہ کتاب جس سے ہم علم حاصل کرتے ہیں وہ ہمارے لیے ایک نعمت ہوتی ہے۔ چاہے وہ حساب کی کتاب ہو یا جغرافیہ کی۔سماجی تعلیم کی کتاب ہو یا سائنس اور قواعد کی کتاب۔ یہ ساری کتابیں اپنی اپنی جگہ بے حد مفید اور اہم ہوتی ہیں۔کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟

شگفتہ: نہیں دادا جی! آپ کا کہنا بالکل درست ہے۔لیکن یہ حساب مجھے اتنا پریشان کر دیتا ہے کہ میں اس سے اکتا جاتی ہوں۔

باقر منہ پھیر کر ہنسنے لگتا ہے۔

شہاب احمد: میاں باقر! اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟ میں تم دونوں کو بتا رہا ہوں کہ مدتوں پہلے محمد ابن موسیٰ الخوارزمی نام کے ایک مسلمان ریاضی داں گزرے ہیں۔جنھوں نے ریاضی کے نیے طریقے اور اصول ایجاد کیے اور اس علم کو آگے بڑھایا۔ یہاں مجھے اپنے اسکول کے زمانے کی بات یاد آرہی ہے۔اس وقت ہمارے اسکول میں مولوی رحمت علی رحمت کی لکھی ہوئی حساب کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔

باقر: دادا جی! یہ مولوی رحمت علی کون تھے؟

شگفتہ: ہاں، دادا جی! ان کے بارے میں ضرور بتاییے۔

شہاب احمد: ٹھیک ہے۔بچوں کو بڑے لوگوں کے بارے میں جاننا ہی چاہیے۔

باقر: دادا جی! کیا مولوی رحمت علی اور موسیٰ الخوارزمی دونوں بھائی تھے؟

شہاب احمد (ہنستے ہوئے): ارے نہیں۔نہیں۔تم نے تو بہت دور کی چھلانگ لگا دی۔

شگفتہ: (ہنستے ہوئے) دادا جی، آپ نے دیکھا۔ بھائی جان کیسی بے پر کی اڑاتے ہیں۔ بس منہ میں آیا اور جھٹ سے کہہ دیا ''دونوں بھائی تھے'' ہونہہ...

شہاب احمد (ہنسی روکتے ہوئے) اب تم بھی چپ رہو۔ اور سنو، مولوی رحمت علی رحمت اڈیشا کے ایک مشہور قصبہ سونگڑہ کے محلّہ رسول پور میں ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئے۔ یہ وہی سونگڑہ ہے جہاں سے اڈیشا کا پہلا اردو رسالہ ''المنصور'' شائع ہوا تھا۔

شگفتہ: دادا جی! اردو کا یہ رسالہ کس نے شائع کیا تھا؟

شہاب احمد: سونگڑہ کے ایک مشہور و معروف عالم مولوی سید محمد عمر دریاپوری اس رسالے کے ایڈیٹر تھے۔

باقر: دادا جی! یہ بتایئے کہ مولوی رحمت علی نے کہاں تعلیم حاصل کی تھی؟

شہاب احمد: مولوی صاحب نے پرائمری درجے تک کی تعلیم اپنے وطن سونگڑہ میں حاصل کی اس کے بعد کٹک کے راونشا کالجیئٹ اسکول سے ۱۹۱۲ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور آگے چل کر کالج کی تعلیم بھی مکمل کی۔ تم دونوں کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ راونشا کالجیئٹ اسکول میں نیتا جی سبھاش چندر بوس، مولوی رحمت علی سے جونیئر ہونے کے باوجود ان کے اسکولی دوستوں میں سے تھے۔

شگفتہ: مولوی صاحب کے اندر حساب کا اتنا ذوق و شوق کیسے پیدا ہوا؟

شہاب احمد: ہاں! یہ بڑا اچھا سوال ہے۔ دراصل مولوی صاحب کے بڑے بھائی عرفان علی فدائی کو حساب میں بڑی مہارت حاصل تھی اور وہ اردو و فارسی زبان کے شاعر بھی تھے۔ انھوں نے اپنے چھوٹے بھائی رحمت علی کو اردو اور فارسی کی تعلیم دی اور ان کے اندر حساب سیکھنے کا ذوق و شوق بھی پیدا کیا۔ جس طرح باقر میاں تمھیں حساب کی طرف مائل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

باقر: واہ دادا جی واہ۔ آپ نے تو مجھے عرفان علی فدائی بنا دیا۔

شگفتہ: (منہ سکوڑ کر) تو چاہیے۔ کسی رحمت علی کو ڈھونڈیے۔

شہاب احمد: تم دونوں نے پھر شروع کر دیا۔ کیا تمھیں معلوم ہے مولوی صاحب نے کہاں کہاں ملازمت کی اور کون کون سی کتابیں لکھیں؟

باقر: ہمیں کیا معلوم؟ اتنی پرانی باتیں تو آپ ہی کو معلوم ہوں گی۔

شہاب احمد: تو پھر دھیان سے سنو۔ مولوی رحمت علی نے ۱۹۱۹ء میں کٹک کی ایک درس گاہ مسلم سیمینری (جو آج کل سعید سیمینری کے نام سے جانی جاتی ہے) میں ریاضی کے استاد کی حیثیت سے اپنی ملازمت کا آغاز کیا۔ پھر ان کا تبادلہ ہوتا رہا اور مولوی صاحب سمبل پور اور پوری کے ضلع اسکولوں میں سیکڑوں طالب علموں کو ریاضی کی تعلیم دیتے رہے۔ ۱۹۴۷ء میں اڈیشا سرکار نے آپ کو ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکولز کے عہدے پر فائز کیا اور مولوی صاحب اسی عہدے میں رہ کر مئی ۱۹۵۰ء میں ملازمت سے سبک دوش ہوئے۔

باقر: دادا جی! آپ کہہ رہے تھے کہ مولوی صاحب کی لکھی ہوئی ریاضی کی کتابیں اسکولوں میں پڑھائی جاتی تھیں؟

شہاب احمد: ہاں بیٹے۔ مولوی صاحب کی اڑیا زبان میں لکھی ہوئی کئی کتابیں مثلاً گنیت سوپان، پرویشیکا گنیت سوپان، جیامتی سوپان اور مان سانکا مالا وغیرہ مختلف درجوں میں پڑھائی جاتی تھیں اور وہ کتابیں بہت مقبول بھی تھیں۔

شگفتہ: دادا جی! مولوی صاحب حساب کے تو ماہر تھے۔ کیا وہ شاعر بھی تھے؟

شہاب احمد: ارے! تم کو یہ بھی نہیں معلوم۔ مولوی رحمت علی رحمت ریاضی داں ہونے کے ساتھ ساتھ اردو کے اچھے شاعر بھی تھے۔ انھوں نے اردو گرامر سکھانے والی ''جواہر القواعد'' نام کی ایک چھوٹی سی کتاب بھی لکھی تھی۔

شگفتہ: دادا جی! یہ کتاب تو آپ کی لائبریری میں ضرور ہوگی؟

شہاب احمد: نہیں یہ کتاب میرے پاس نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مولوی صاحب کے لڑکے کرامت علی کرامت کے پاس موجود ہو۔ وہ اپنے والد کی طرح ریاضی داں اور مشہور و معروف شاعر و ادیب بھی ہیں۔

باقر: دادا جی! میں مولوی صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔ وہ کہاں رہتے ہیں؟ ان کا انتقال ۷/اپریل ۱۹۶۳ء کو ہوا اور کٹک کے قدم رسول میں دفن ہوئے۔ لیکن ان کے علمی کارنامے آج بھی زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔ مجھے ان کا ایک شعر یاد رہ گیا ہے۔

آہ کیا دکھ بھری کہانی ہے
سن کے پتھر بھی جس کو پانی ہے

اتنے میں عشاء کی اذان ہوئی اور شہاب احمد لاٹھی ٹیک کر کھڑے ہوگیے۔ ان کے چہرے پر پرانی یادوں کا نور پھیلا ہوا تھا۔

سوالات

۱۔ باقر اور شگفتہ کے درمیان کیسی بحث چھڑ گئی تھی؟
۲۔ یہ کس کی دلیل تھی کہ جغرافیہ پوری دنیا کی سیر کرا دیتا ہے؟
۳۔ شہاب احمد کا حلیہ اپنی زبان میں تحریر کیجیے۔
۴۔ محمد ابن موسیٰ الخوارزمی کیا تھے؟
۶۔ مولوی رحمت علی رحمت کب اور کہاں پیدا ہوئے؟
۷۔ اڑیسہ میں اردو کا پہلا رسالہ کہاں سے شایع ہوا تھا اور اس کے ایڈیٹر کون تھے؟
۸۔ راونشا کالجیٹ اسکول میں مولوی رحمت علی کے اسکولی دوست کون تھے؟
۹۔ مولوی رحمت علی نے ابتدائی تعلیم کس سے حاصل کی؟
۱۰۔ مولوی صاحب کی کون کون سی کتابیں اسکولوں میں پڑھائی جاتی تھیں؟
۱۱۔ مولوی صاحب کی وفات کب اور کہاں ہوئی؟

مشق

۱۔ لفظ و معنی

لفظ	معنی	لفظ	معنی
اعضا	عضو کی جمع۔ بدن کے حصے	سبک دوش	جو کام سے فارغ کر دیا گیا ہو
یکلخت	فوراً۔ سراسر	آغاز	شروع
پیمائش	ناپ	ریاضی	حساب
پرکار	دائرہ بنانے کا آلہ۔ کمپاس	تبادلہ	ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا
تکرار	حجّت	مفید	فائدہ مند

۲۔خالی جگہوں کو پر کیجیے:

مولوی صاحب کے بڑے بھائی ....کوحساب میں بڑی مہارت حاصل تھی اور وہ اردو فارسی زبان کے ....بھی تھے۔انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی.................کواردو اور.................کی تعلیم دی اوران کے اندر................سیکھنے کا ذوق وشوق پیدا کیا۔

۳۔ذیل کے الفاظ کی جمع لکھیے:

لاٹھی۔معاملہ۔کتاب۔رسالہ۔شعر۔سوال۔جواب

۴۔محاورہ، دو یا زیادہ الفاظ کا مجموعہ ہوتا ہے۔جو اپنے الفاظ کے مطابق معنی نہیں دیتا بلکہ اس کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے۔محاورے کے استعمال سے بات چیت اور تحریر میں لطف اور خوبی پیدا ہوتی ہے۔ذیل میں چند محاورے اور ان کے معنی ومطلب دیے جارہے ہیں۔

باغ باغ ہونا (بہت خوش ہونا) پانی پانی ہونا (شرمندہ ہونا) آداب عرض کرنا (ادب سے سلام کرنا) جگر سے دھواں اٹھنا (بے حد صدمہ ہونا) رفو چکر ہونا (بھاگ جانا)۔

ذیل کے محاوروں کو جملوں میں استعمال کیجیے:

بغلیں بجانا۔بے پر کی اڑانا۔عید کا چاند ہونا۔پاپڑ بیلنا

۵۔لکیر کھینچ کر صحیح تعلق قائم کیجیے:

''الف''	''ب''
محمد ابن موسیٰ الخوارزمی	سعید سمیزی
المنصور	ریاضی کی کتاب
عرفان علی	ریاضی داں
گنیت سوپان	اڑیسہ کا پہلا اردو رسالہ
مسلم سیمیزی	رحمت علی کے بڑے بھائی

۶۔مفید معلومات:

یہ مضمون مکالمے یعنی آپس میں بات چیت کے انداز میں لکھا گیا ہے۔اس طرح کی تحریر کو اردو میں تمثیل یا ڈراما کہتے ہیں اور لکھنے والا تمثیل نگار یا ڈراما نگار کہلاتا ہے۔

کٹک میں فنِ تارکشی

EB7J37

سعید رحمانی

تعارف: مولانا محمد فضل الرحمٰن کے فرزند محمد سعید جو ادبی دنیا میں سعید رحمانی کے نام سے مشہور ہیں۔ کٹک میں پیدا ہوئے۔ گریجویشن کے بعد آپ نے درس وتدریس کا پیشہ اختیار کیا۔ سعید رحمانی صرف شاعر ہی نہیں بلکہ ایک اچھے نثر نگار بھی ہیں۔ آپ اردو کے کئی اخبار سے بھی وابستہ رہے اور اخبار اڑیسہ کے نام سے اپنا اخبار جاری کیا۔ جو آگے چل کر دو ماہی ''ادبی محاذ'' کی شکل میں شایع ہونے لگا۔ آپ کے دو شعری مجموعے ''روشن عبارت'' اور ''رحمتوں کا سائباں'' شایع ہو چکے ہیں۔ آپ کی ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اڈیشا اردو اکادمی اور دوسرے کئی اداروں نے موصوف کو ایوارڈ سے سرفراز کیا ہے۔

کٹک کا فن تارکشی نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیا میں اپنی جاذبیت کے لیے ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ کٹک میں بنے ہوئے چاندی کے مختلف زیورات وظروف اپنی خوبصورتی اور دلکشی کے سبب آج ہر ایک کی توجہ کا مرکز ہیں۔ باہر کے لوگ خواہ وہ ہندوستانی ہوں یا غیر ملکی اڈیشا آتے ہیں تو ان زیورات وظروف کو خرید کر اپنے دوستوں اور عزیزوں کو بطور تحائف پیش کرنے کی خواہش لیے ہوئے کٹک بھی ضرور آتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی فن کا عروج اپنے فنکاروں کی لگن اور محنتوں کی دین ہوتا ہے۔ جب ہم ان حسین نوادرات کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہیں تو دل میں ایک سوال سر ابھرنے لگتا ہے کہ آخر ان کے بنانے والے لوگ کون ہیں اور وہ کس حال میں ہوں گے؟ ان کی مالی حیثیت کیسی ہوگی؟ وہ خوشحال ہیں یا غربت کے شکنجے میں گرفتار؟ یہ باتیں جاننے کے لیے آیئے چلتے ہیں کٹک کے اس محلے کی طرف جہاں تارکشی کے ماہرینِ فن آباد ہیں۔ یہ محلّہ مان سنگھ پٹنہ کے نام سے معروف ہے۔ یہ شہر کے مغرب میں واقع ہے وہاں آپ کو سیکڑوں لوگ چاندی کے تار کو مختلف شکلوں میں ڈھالتے نظر آئیں گے۔ ان میں بچے بھی ہیں اور بوڑھے بھی۔ انہی کی محنت سے یہ نوادرات ڈھلتے ہیں اور پھر بازاروں تک پہنچتے ہیں۔

کٹک میں فن تارکشی کی شروعات کیسے ہوئی؟ لفظ ''تارکشی'' اگرچہ فارسی کا ہے لیکن اڈیشا کے لوگ اس کو اڑیا زبان کا ایک لفظ تصور کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسے ''تارکشی'' کی بجایے ''تارکسی'' کہتے ہیں۔ انگریزی میں اسے فلگری (Filigree Art) کا نام دیا گیا ہے۔ کٹک میں اس کی شروعات کے متعلق کوئی ٹھوس بات ابھی تک ہمارے سامنے نہیں آئی۔ عام طور پر یہی باور کیا جاتا ہے کہ مغل اس فن کو اپنے ساتھ ایران سے لایے تھے۔ یہ بات اس لیے درست معلوم ہو رہی ہے کہ شاہانِ مغلیہ کو مختلف فنون سے ہمیشہ دلچسپی رہی ہے۔ مغلیہ دور میں کٹک ہی اڈیشا کا پایۂ تخت تھا اور ہوسکتا ہے کہ اسی عہد میں چاندی کے منقش زیورات کو فروغ ملا ہوگا۔ چنانچہ اب یہی کہا جاسکتا ہے کہ تارکشی کا فن مغلوں کی دین ہے جو مقامی ہنر مندی کی آمیزش سے حسن و جمال کا ایک قابل قدر نمونہ بن گیا اس میں جہاں اسلامی فنِ نقاشی کی جھلک ہے وہیں ہندوؤں کی مخصوص ڈیزائننگ کا عکس بھی نمایاں ہے۔

اس لحاظ سے ہم فنِ تارکشی کو ہندو مسلم، تہذیبی میل ملاپ کا آئینہ دار بھی کہہ سکتے ہیں۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ اس وقت زیادہ تر ہندو حضرات ہی اس فن سے وابستہ نظر آتے ہیں۔ مسلم فنکاروں کی تعداد بہت کم ہے۔

مغلوں کی سرپرستی میں یہ فن ترقی کی انتہائی بلندیوں کو چھو چکا تھا۔ مغلیہ سلطنت افراتفری کا شکار ہوئی تو اس فن کی قدردانی بھی نہ رہی۔ تاہم اس گرانقدر فن کی اہمیت اپنی جگہ برقرار رہی۔ یہ انسان کا ذوق وشوق ہے جو اسے ہر خوبصورت چیز کا گرویدہ بنا دیتا ہے۔ لہذا دل کش نقش ونگار سے مزین چاندی کے یہ زیورات لوگوں کا مرکز نگاہ بنتے گیے بالآخران کی شہرت سات سمندر پار جا پہنچی۔

فنِ تارکشی کے مزدوروں کی بگڑتی ہوئی صورتحال کے پیش نظر فخر اڈیشا مدھوسدن داس نے اسے سہارا دینے کی کوشش کی انھوں نے ۱۹۰۲ء میں ''اڈیشا آرٹ ایمپوریم'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کے تحت یہ کوشش ہوئی کہ کاریگروں کے حقوق کا تحفظ ہو اور معاشی طور پر وہ خوشحال ہو جائیں۔ اپنے ادارے میں انھوں نے ایک سو کاریگروں کا تقرر کیا۔ مدھوسدن داس ہر کام میں نظم وضبط کے قائل تھے۔ تمام چیزوں کا معیاری ہونا ان کی لازمی شرط تھی۔ ان کے اقدامات کا خوشگوار نتیجہ برآمد ہوا۔ کٹک کا یہ منفرد فن جو دم توڑتا نظر آرہا تھا ان کی سرپرستی میں دوبارہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو گیا۔ تارکشی کی مصنوعات کی کھپت کے لیے انہوں نے غیر ممالک میں منڈیاں بھی قائم کیں۔ مدھو بابو جو جدید اڈیشا کے معمار تصور کیے جاتے ہیں ان کے عمل کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ لہذا وہ سیاسی سرگرمیوں میں گھر کر رہ گیے۔ ان کی سرپرستی سے محروم ہو کر'' آرٹ اِمپوریم'' بدنظمی کا شکار ہو گیا۔ آخر کار ۱۹۳۰ء میں مالی مشکلات کے سبب اسے بند کرنا پڑا۔

مایوس کاریگروں کی فلاح و بہبود کے لیے ۱۹۵۳ء میں ایک اور کوشش کی گئی۔ شہر کے تجارتی مرکز نیم چوڑی میں ''اڈیشا فلگری ورکرس کوآپریٹیو'' نام کی ایک سوسائٹی بھی قائم ہوئی اسے بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ۱۹۵۷ء میں اسی طرح ایک اور سوسائٹی بنی لیکن وہ بھی حالات میں کوئی سدھار نہ لا سکی۔ ۱۹۶۵ء میں ۱۸ ر لاکھ کی خطیر رقم سے ''کلنگا کواپریٹیو فلگری سوسائٹی'' کی بنیاد رکھی گئی۔ حیران و پریشان کاریگروں کی آنکھوں میں پھر سے امید کے چراغ روشن ہوے۔ غرض کہ یہ فن وقت اور حالات کا مقابلہ کرتا ہوا آج بھی زندہ ہے اور اسکی عظمت وشہرت بھی برقرار ہے۔

★★★

سوالات

۱۔کٹک کا کون سا فن بے حد مشہور و معروف ہے؟
۲۔کٹک کے کس محلے میں تارکشی کے فن کار آباد ہیں؟
۳۔کس دور میں کٹک اڈیشا کا پایۂ تخت تھا؟
۴۔فنِ تارکشی کی ترقی کے لیے مدھوسدن داس نے کیا قدم اٹھایا؟
۵۔اڈیشا آرٹ امپوریم نام کا ادارہ کس سن میں قائم کیا گیا؟

مشق

۱۔لفظ و معنی

لفظ	معنی	لفظ	معنی
جاذبیت	پرکشش۔خوبصورتی	پایۂ تخت	دارالحکومت۔راجدھانی
منفرد	یکتا۔اکیلا	تقویت	مضبوط کرنا۔طاقت
ظروف	ظرف کی جمع برتن رکابی وغیرہ	ترجیح	برتر۔فضیلت
عروج	بلندی۔ترقی	آمیزش	ملاوٹ
نوادرات	عجیب وغریب چیزیں	نقاشی	نقش ونگار بنانے کا پیشہ
تقرر	مقرر کرنا۔ملازمت	گرویدہ	پسند آنے والا۔عاشق
نظم وضبط	انتظام۔بندوبست	مزین	سجایا ہوا۔آراستہ
مصنوعات	بنائی ہوئی چیزیں	جدید	نیا۔

۲۔ذیل میں دیے گیے الفاظ کی ضد لکھیے:

شہر۔خوش حال۔درست۔خوبصورت۔مشکل

۳۔قوسین میں دیے گیے الفاظ کی مدد سے خالی جگہوں کو پر کیجیے۔
(۱۹۰۲ء۔فارسی۔مشہور۔تارکشی۔مغرب۔تارکسی)
کٹک کا فنِ .... پوری دنیا میں ....ہے۔محلّہ مان سنگھ پٹنہ، کٹک کے........میں ہے۔لفظ تارکشی......ہے لیکن اڑیا بولنے والے اسے ....کہتے ہیں۔اڈیشا آرٹ امپوریم نام کا ادارہ.......میں قائم کیا گیا۔

۴۔ذیل کے الفاظ کی واحد لکھیے:

زیورات۔تحائف۔مشکلات۔اوراق۔حالات

۵۔زمانۂ حال یعنی موجودہ زمانہ۔وہ کام جو موجودہ زمانے میں کیا جا رہا ہو، فعل حال کہلاتا ہے۔جیسے چڑیا چہکتی ہے۔لڑکا کھیلتا رہا ہے۔ذیل کے مصدروں سے فعلِ حال کے جملے بنایے۔
تیرنا۔بہنا۔مسکرانا۔ہونا۔چلانا۔سکھانا

٦۔ہایے ملفوظی اس ''ہ'' کو کہتے ہیں جو صاف طور پر پڑھی جایے۔جیسے آہ۔راہ۔شاہ۔وغیرہ۔اس سبق سے ہایے ملفوظی کی چند مثالیں تلاش کر کے لکھیے۔

۷۔آپ کے لیے کام:

(الف) اردو پراجکٹ کاپی میں تارکشی کے دو نمونے چسپاں کیجیے۔
(ب) ''تارکشی'' پر پچاس لفظوں میں اپنی معلومات تحریر کیجیے۔

★★★

EBGF4U

انی کٹ

امجد نجمی

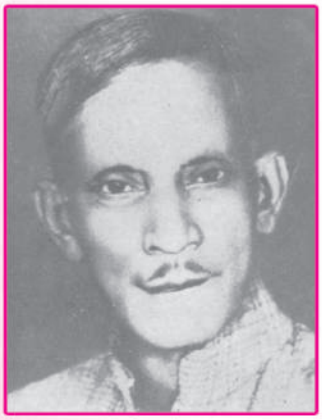

تعارف: ''انی کٹ'' کٹک میں ایک باندھ ہے جہاں مہاندی کے پانی کو روک کر آب پاشی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ذیل کی نظم اڈیشا کے استاد شاعر جناب امجد نجمی مرحوم کے مجموعۂ کلام ''طلوع سحر'' سے لی گئی ہے۔ امجد نجمی ۲۹ر اکتوبر ۱۸۹۹ء کو کٹک میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد محمد یوسف اڈیشا کے ایک جانے مانے شاعر تھے۔ امجد نجمی کو آل آندھرا اردو مجلس نے ''نجم الشعرا'' کے خطاب سے نوازا تھا۔ آپ کے کلام کے دو مجموعے ''طلوع سحر'' اور ''جوئے کہکشاں'' کو ڈاکٹر کرامت علی کرامت نے مرتب کر کے شایع کیا ہے۔ امجد نجمی کی وفات یکم فروری ۱۹۷۴ء کو کٹک میں ہوئی۔

بہارِ موسم باراں ہے نجمی — اٹھاؤ چل کے کچھ لطفِ انی کٹ

مزے یاں لوٹتے ہیں لوگ کیا کیا — جہاں دیکھو وہاں ہے ایک جمگھٹ

عجب دلکش ہے یہ نظارۂ آب — عجب بیدار گُن ہے اس کی آہٹ

رواں کچھ اس طرح تیزی سے ہے یہ — کہ توسن جایے جیسے کوئی سرپٹ

نہیں لاتا ہے خاطر میں کسی کو — حقیقت میں بہت ہی ہے یہ منہ پھٹ

روانی میں ہے اپنی مست ایسا — جو پیش آیے اسے کہتا ہے چل ہٹ

کہیں بل کھا رہا ہے چلتے چلتے — کہیں گر کر سنبھل جاتا ہے جھٹ پٹ

کہیں انگڑائیاں لیتا چلا ہے — بدلتا ہے کہیں رہ رہ کے کروٹ

کہیں پڑتے ہیں اس میں آبلے سے — کہیں جاتا ہے سینے کی طرح پھٹ

ہماری عمر بھی یونہی رواں ہے — ہمارے دن بھی جاتے ہیں یونہی کٹ

یہ نقشہ ہے ہماری زندگی کا — کہ جس میں لاکھ کھٹ پٹ، لاکھ لٹ پٹ

سوالات

۱۔انی کٹ کیا ہے؟
۲۔شاعر کس موسم میں انی کٹ کا لطف اٹھانا چاہتا ہے؟
۳۔شاعر نے منہ پھٹ کس کو کہا ہے؟
۴۔کس کی طرح ہماری عمر بھی رواں دواں ہے؟
۵۔شاعر کے خیال میں ہماری زندگی کا نقشہ کیسا ہے؟

مشق

۱۔لفظ و معنی

لفظ	معنی
باراں	بارش کا مہینہ
لطف	مزہ
دلکش	دل کو کھینچنے والا۔پسندیدہ
توسن	گھوڑا
آبلہ	چھالا۔پھپھولا
رواں	بہتا ہوا۔تیز

۲۔اس شعر کا مطلب لکھیے:

ہماری عمر بھی یونہی رواں ہے　　　ہمارے دن بھی جاتے ہیں یونہی کٹ

۳۔لکیر کھینچ کرایک مصرعے کودوسرے درست مصرعے کےساتھ جوڑیے۔

"الف"	"ب"
کہیں پڑتے ہیں اس میں آبلے سے	اٹھاؤ چل کے کچھ لطفِ انی کٹ
کہیں بل کھا رہا ہے چلتے چلتے	حقیقت میں بہت ہی ہے یہ منہ پھٹ
نہیں لاتا ہے خاطر میں کسی کو	کہیں گر کر سنبھل جاتا ہے جھٹ پٹ
بہارِ موسمِ باراں ہے تجھی	کہیں جاتا ہے سینے کی طرح پھٹ

۴۔ذیل کے لفظوں میں سے پانچ مذکر اور پانچ مؤنث الفاظ چن کر ذیل کے خانوں میں تحریر کیجیے۔

آب۔موسم۔زندگی۔لطف۔نقشہ۔عمر۔دن۔آہٹ۔حقیقت۔بہار

مذکر					
مؤنث					

۵۔آپ کے لیے کام:

انی کٹ کی تصویر حاصل کر کے اردو پروجیکٹ کاپی میں چسپاں کیجیے اور اس کے نیچے نظم کا پہلا شعر خوش خط لکھیے۔

★★★

حضرت مولانا سید محمد اسمٰعیلؒ

EBQB6H

مولانا محمد مطیع اللہ نازشؔ

تعارف: مولانا محمد مطیع اللہ نازشؔ ۲۵؍نومبر ۱۹۵۸ کو دیوان بازار (کٹک) میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد ماجد کا نام محمد آزاد خاں (مرحوم) تھا۔مولانا نازش نے فاضل اردو، فاضل حدیث، اور بی اے کی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔آپ نے ۱۷؍اگست ۱۹۸۱ء کو ایس سی ودیا پیٹھ (نان پور) سے اپنی ملازمت کا آغاز کیا۔ان دنوں آپ راونشا کالجیٹ اسکول (کٹک) میں ہیڈ مولوی کے عہدے پر فائز ہیں۔مولانا مطیع اللہ نازش ایک اچھے نثر نگار، شاعر اور مقرر بھی ہیں۔آپ نے ۱۹۸۴ء سے لکھنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ مختلف موضوعات پر ان کی گرفت مضبوط ہوتی گئی۔آپ کے مضامین کا پہلا مجموعہ ''عکس بصیرت'' ۲۰۰۷ء میں طبع ہو کر منظر عام پر آیا۔حج بیت اللہ پر آپ کی ایک اور کتاب ''ہدایات حج'' شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہے۔مولانا ماہنامہ ''نوائے مکرم'' کے مدیر ،آل اڈیشا اردو ٹیچرس ایسوسی ایشن کے بانی جنرل سکریٹری، اڈیشا اردو اکادمی کے بانی ممبر اڈیشا اسٹیٹ بورڈ آف مدرسہ ایجوکیشن کے رکن اور اسٹیٹ حج کمیٹی کے رکن رہ چکے ہیں۔''ترجمان مجلس العلماء اڈیشا'' کی مجلس ادارت کے رکن۔نیز مدرسہ مکرم العلوم کے ناظم بھی ہیں، مولانا نازشؔ کی نگارشات اردو کے نثری ادب میں بیش بہا اضافے کی حیثیت رکھتی ہیں۔

ہندوستان بھر میں ان گنت عظیم ہستیاں وجود میں آئی ہیں۔ جنہوں نے بے مثال ملّی، دینی اور فلاحی خدمات انجام دیں ہیں۔ قومی یکجہتی، انسانیت، حب الوطنی، بھائی چارگی کا درس دیا ہے۔ ان ہی باتوں کی وجہ سے انہیں ملک بھر میں آج بھی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ان میں سے حضرت مولانا سید محمد اسمٰعیل صاحبؒ کی ذات گرامی بھی ہے۔ آپ نے اڈیشا کے چپے چپے ہی میں نہیں بلکہ ہندوستان اور بیرونی ممالک میں اصلاحِ معاشرہ، دعوتِ اسلامی، انسانیت، حب الوطنی بھائی چارگی اور قومی یکجہتی کا پیغام پہنچایا۔ آپ کی مجلس میں اکثر ہندو اور مسلمان یکساں طور پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ ان کے مسائل بڑی خوش اسلوبی سے حل کر دیا کرتے تھے۔

اڈیشا کا ایک مشہور قصبہ سونگڑہ ہے جو صدیوں سے علم و ادب کا مرکز رہا ہے۔ حضرت مولانا سید محمد اسمعیل صاحب اسی سرزمین کے محلّہ رسول پور میں ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سید عبد الکریم تھا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم مدرسہ اسلامیہ سونگڑہ میں ہوئی۔ یہ مدرسہ عالم دین حضرت مولانا سید محمد عمر صاحبؒ کا قائم کردہ تھا۔ اسی مدرسے میں آپ نے فارسی اور عربی کی بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے استاد حضرت مولانا محمد عمر صاحب کے مشورے پر جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد روانہ ہو گیے۔ وہاں آپ نے چند برسوں تک تعلیم حاصل کی پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ وہاں سے ۱۹۳۴ میں صوبہ اڈیشا کے اولین فرزند کی حیثیت سے امتیازی نمبروں سے فضیلت کی سند حاصل کی۔

مولانا سید محمد اسمٰعیلؒ کا قد میانہ اور رنگ سانولا تھا۔ سفید کھدڑ کے لباس میں ملبوس، نہایت خوش اخلاق اور سادگی پسند نظر آتے تھے۔ شیخ الاسلام اسیرِ مالٹا اور مجاہد آزادی مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد رشید ہونے کے طفیل آپ کے اندر قومی اور ملی جذبہ، صاف گوئی، حاضر جوابی کی صفتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ آپ بین الاقوامی شہرت یافتہ جید عالم دین، صاحب طرز انشا پرداز، مناظر اسلام اور قوم و ملت کے سچے خادم تھے۔

مولانا کی ذات میں غرور و تکبر، ریا کاری، شہرت خواہی یا نام و نمود کا ذرا سا بھی شائبہ موجود نہیں تھا۔ آپ کی تقریریں دل پذیر اور موثر ہوا کرتی تھیں۔ اڑیا، اردو، عربی اور فارسی پر مولانا کو مکمل دسترس حاصل تھا۔ اپنی تقریروں میں موقع بہ موقع فارسی، عربی اور اردو کے اشعار اور اڑیا محاوروں کا بکثرت استعمال کیا کرتے تھے۔ مولانا کو فنِ عملیات پر بھی عبور تھا۔ اس علم کے ذریعہ مولانا پریشاں حال لوگوں کی بھی اکثر خدمت کیا کرتے تھے۔ اسی لیے مولانا کو اڈیشا کے لوگ آج بھی ''شیر اڈیشا'' کے لقب سے یاد کیا کرتے ہیں۔

مولانا سید محمد اسمعیل صرف ایک عالم دین ہی نہیں تھے بلکہ انہوں نے زندگی کے ہر شعبے میں نمایاں طور پر حصہ لیا۔ آپ امیر شریعت اڈیشا (اول) تھے اکثر وبیشتر لوگوں کی شادی اور زمین جائداد میں وراثت کے قضیے پر فیصلہ صادر کیا کرتے اور فتویٰ بھی دیا کرتے تھے۔ اسی طرح قوم و ملت کے بڑے بڑے مقدمے عدالت کے بجایے آپ کے دفتر امارت شرعیہ سونگڑہ میں بآسانی فیصلے ہو جایا کرتے تھے۔ دارلعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن، اڈیشا وقف بورڈ کے رکن، اڈیشا اردو اکادمی کے بانی رکن اور صدر جمعیۃ علما اڈیشا کے اعلیٰ عہدے پر فائز ہونے کے علاوہ مولانا کئی کتاب چوں اور رسالوں کے مصنف و مؤلف بھی تھے۔

جہاں تک حضرت مولاناؒ کی عملی زندگی کا تعلق ہے اس سلسلے میں خاص بات تو یہ ہے کہ آپ نے ۱۹۳۴ء میں راونشا کالجیٹ اسکول (کٹک) سے سرکاری ملازمت کا آغاز کیا بعد ازاں آپ ۱۹۳۶ء میں کوراپوٹ بوئیز ہائی اسکول (جے پور) میں باقاعدہ اردو اور فارسی کے استاد کی حیثیت سے درس دینے لگے اور ۱۴؍سالوں تک سرکاری ملازمت سے وابستہ رہے۔ مگر مولانا کی طبیعت نے سرکاری ملازمت کی قید کو زیادہ دنوں تک قبول نہیں کیا۔ ایک جید عالم دین ہونے کے ناتے مولانا وقت کی نزاکت کے پیش نظر ملازمت کو خیر باد کہا۔ اس کے بعد دینی خدمات کا بیڑا اٹھایا اور اپنی پوری زندگی کو مذہب وملت کے لیے وقف کر دیا۔

آپ کی قناعت پسندی کا یہ عالم تھا کہ معقول تنخواہ اور پنشن والی ملازمت سے مستعفی ہو کر ۳۰؍جون ۱۹۴۹ء کو مولانا نے مدرسہ مرکز العلوم سونگڑہ (جس کی بنیا انجمن تبلیغ اسلام اڈیشا، سونگڑہ نے ڈالی تھی) میں مستقل طور پر دینی، تبلیغی اور تعلیمی خدمات کا سلسلہ قائم کیا۔ جہاں آج بھی ہزاروں طلبا علم وعرفان سے سیراب ہو رہے ہیں۔

اسی جگہ مولانا قرآن کریم اور اس کی تفسیر کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ اس مبارک مجلس میں آس پاس کے سیکڑوں افراد یکجا ہو کر فیض حاصل کیا کرتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا کی ذات ایک متبرک اور اپنے آپ میں ایک انجمن تھی۔ آپ کی علمی اور تنظیمی صلاحیت بے مثال تھی۔ مولانا ۱۹۳۷ء سے لے کر ۲۰۰۵ء تک جمعیۃ علما اڈیشا کے ناظم وصدر کی حیثیت سے وابستہ رہے آج ہزاروں افراد ریاست اڈیشا کے مختلف اضلاع میں اس تنظیم کے اراکین ہیں اور قوم وملت کی خدمات بخوبی انجام دے رہے ہیں۔

مولاناؒ کی کوشش اور دینی خدمات کا یہ نتیجہ ہے کہ آج پوری ریاست اڈیشا میں دینی مدرسوں اور مکتبوں کی ایک بڑی تعداد دینی تعلیم کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔ ان ہی مدرسوں اور مکتبوں کی بدولت آج اڈیشا میں عالموں، واعظموں، مساجد کے اماموں، حافظوں اور دینی مدرسوں کے استادوں کی اچھی خاصی تعداد برسرِ عمل نظر آتی ہے۔ حضرت مولاناؒ نے دعوت وتبلیغ کی نسبت سے نہ صرف اڈیشا بلکہ ہندوستان کے مختلف مقامات کے علاوہ افریقہ، لندن، سعودی عرب وغیرہ ممالک کا کئی مرتبہ دورہ کیا اور اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے بیرونی ملکوں میں بھی اسلام کا پرچم بلند کیا۔ بہر حال مولانا کی شخصیت مجموعۂ کمالات سے عبارت ہے۔ آپ نے سات (۷) بار حج کیا تھا۔ ہندوستان کے گوشے گوشے میں اس بڑی شخصیت کو مولانا سید محمد اسمٰعیل کٹکی کے نام سے جانا اور یاد کیا جاتا ہے۔ مولانا کی وفات ۱۱؍محرم الحرام ۱۴۲۶ھ بمطابق ۲۰؍فروری ۲۰۰۵ء کو ہوئی اور آپ کے جسدِ خاکی کو جامعہ مرکز العلوم سونگڑہ سے متصل جامع مسجد کے احاطے میں سپرد خاک کیا گیا۔ مولانا کا تیار کردہ دینی وملی کارواں تو ہمیشہ رواں دواں رہے گا لیکن صد افسوس کہ ہائے وہ میرِ کارواں نہ رہا۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

سوالات

۱۔مولانا سید محمد اسمٰعیل کب اور کہاں پیدا ہوئے؟
۲۔مولانا کن صفتوں کے مالک تھے؟
۳۔مولانا کو کن کن زبانوں پر دسترس حاصل تھا؟
۴۔مولانا اپنی حیات میں کن کن عہدوں پر فائز رہے؟
۵۔مولانا نے سرکاری ملازمت کو کیوں خیر باد کہا؟
۶۔مولانا نے کن بیرونی ملکوں کا دورہ کیا؟
۷۔مولانا کا انتقال کب ہوا اور آپ کو کہاں سپرد خاک کیا گیا؟
۸۔اڑیسہ کے لوگ مولانا کو کس لقب سے یاد کرتے ہیں؟

مشق

۱۔لفظ و معنی

لفظ	معنی	لفظ	معنی
قائم کردہ	قائم کیا ہوا	قد	جسم کی لمبائی
فرزند	لڑکا۔بیٹا	جیّد	زبردست۔خالص
انشاپرداز	مضمون نگار،ادیب	نام ونمود	شہرت
دسترس	رسائی۔پہنچ	مصنف	کتاب لکھنے والا
صلاحیت	قابلیت	وراثت	میراث،ترکہ
شائبہ	شبہ۔شک	افراد	فرد کی جمع۔بہت سارے لوگ
شعبے	شاخ،حصے	نمایاں	ظاہر۔عیاں
قناعت	تھوڑی چیز پر خوش رہنا	خاک	مٹی
کارواں	قافلہ	رواں دواں	جاری
اسیر	قیدی	میر	سردار

۲۔خالی جگہوں کو پر کیجیے:

(الف) مولانا اسمٰعیل صاحب کے والد کا نام......................تھا۔

(ب) مولانا دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ....تھے۔

(ج) آپ نے ۱۹۳۴ء میں.........................اسکول سے سرکاری ملازمت کا آغاز کیا۔

(د) مولانا........سے.............تک جمیعتہ علماء اڈیشا کے ناظم وصدر کی حیثیت سے وابستہ رہے۔

۳۔ نیچے دیے گیے لفظوں کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

خوش اخلاق۔ ریاکاری۔ دسترس۔ مصنف۔ ملازمت۔ دانشور۔

۴۔ نیچے دیے گیے الفاظ میں جو واحد ہیں ان کی جمع اور جو جمع ہیں ان کی واحد لکھیے۔

خدمات۔ علم۔ اشعار۔ تعلیم۔ ضلع۔ پرچم۔ اراکین

★★★

EBZ785

عظیم انسان....دل بہرا

محمود بالیسری

تعارف: محمود بالیسری اڑیسہ کے منفرد افسانہ نگار ہیں۔ آپ ۶/جولائی ۱۹۳۱ء کو بالیسر میں پیدا ہوے۔ اتکل یونیورسٹی سے گریجویشن کرنے کے بعد آپ نے سرکاری ملازمت اختیار کی۔ آپ کا پہلا افسانہ ۱۹۵۴ء میں ''پیام مشرق'' میں چھپا تھا۔ افسانوں کے علاوہ آپ مضامین بھی لکھتے ہیں۔ ۱۹۸۷ء میں آپ کے افسانوں کا پہلا مجموعہ شایع ہوا۔ ایک اور کتاب ''اڈیا ادب کی مختصر کہانی'' ۲۰۰۰ء میں چھپی۔ ذیل کی کہانی ان کی کتاب ''اڈیشا کی لوک کہانیاں' سے منتخب کی گئی ہے۔

دوڈھائی سوسال قبل کی بات ہے جب کہ اڈیشا مرہٹوں کے زیر حکومت تھا۔ مرہٹوں کے حکام مقامی سرداروں کو راجہ بنادیتے تھے اور یہ راجہ مرہٹوں کے لیے مال گزاری وصول کرتے تھے۔ راجہ کے بہت سے پائیک یعنی سپاہی تھے جو مال گزاری وصول کرتے تھے۔اس لیے صلہ میں ان پائیکوں کو زمینیں دی گئی تھیں۔ جب اڈیشا انگریزوں کے قبضے میں آیا تو پائیکوں کی زمینیں انگریزوں کے ہاتھوں میں چلی گئیں۔ جس کی وجہ سے پائیکوں کے دل میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ان کے اندر بیزاری بڑھتی گئی۔ ان لوگوں نے انگریزوں کے خلاف لڑنے کا تہیہ کرلیا اور ایسا ہی ہوا۔

نارائن گڑھ کے گاؤں میں ''دل بہرا'' نامی ایک شخص رہتا تھا۔ وہ گاؤں کا سردار تھا۔لوگ اسے غریبوں کا دوست سمجھتے تھے۔ اگر ''دل بہرا'' کے پاس کوئی جاتا تو وہ خالی ہاتھ واپس نہیں آتا۔لوگ اسے بہت چاہتے تھے اوراس کی عزت کرتے تھے۔ جب پائیکوں نے انگریزوں کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا تو دل بہرا بھی ان کے ساتھ ہوگیا پہلے پہل تو پائیکوں کو فتح نصیب ہوئی لیکن انگریزوں کی کمک پہنچ جانے پر سب منتشر ہوگیے۔ انگریزوں نے بہت سے پائیکوں کو پھانسی پر چڑھا دی۔اور بہت سے پائیکوں کو جیل میں ٹھوس دیا۔ چند پائیک روپوش ہوگیے۔ انہی روپوش پائیکوں میں دل بہرا بھی تھا۔ انگریز، دل بہرا کو ڈھونڈ رہے تھے۔ انہوں نے یہ اعلان بھی کردیا کہ جو شخص دل بہرا کو زندہ یا مردہ لایے گا اسے ایک ہزار روپے انعام دیا جایے گا۔ دل بہرا کی تلاش جاری رہی لیکن اس کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ دل بہرا گھنے جنگل میں پھل وغیرہ کھا کر اور جھرنوں کا پانی پی کر زندگی کاٹ رہا تھا۔اس کے کپڑے تارتار ہوگیے تھے۔اور داڑھی بڑھ گئی تھی۔اسے پہچاننا بھی مشکل ہوگیا تھا۔

ایک دن دل بہرا جنگل میں گھوم رہا تھا کہ ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو مصیبت زدہ معلوم ہوتا تھا۔ وہ شخص دل بہرا کے پاس آیا اور نارائن گڑھ کا پتہ دریافت کرنے لگا۔ یہ سن کر دل بہرا نے کہا: ''تم نارائن گڑھ کیوں جانا چاہتے ہو؟ وہاں تمہیں کس سے ملنا ہے؟''

''میں نارائن گڑھ والے دل بہرا کے پاس جانا چاہتا ہوں۔''اس شخص نے کہا۔

''میں دل بہرا کو جانتا ہوں۔تم اس سے کس لیے ملنا چاہتے ہو؟'' دل بہرا نے کہا۔

''میں ایک مصیبت زدہ تاجر ہوں۔ میں جہاز میں یہاں سے خام اشیا لے کر باہر جاتا ہوں۔ اس مرتبہ واپس آرہا تھا کہ چلکا جھیل میں میرا جہاز ڈوب گیا اور میرا سب سامان غرق ہوگیا۔ میں کسی طرح بچ نکلا لیکن میں تباہ و برباد ہوگیا ہوں۔ مدد کرنے والا مجھے کوئی نظر نہیں آرہا ہے۔ سنا ہے کہ دل بہرا مصیبت زدوں کا دوست ہے۔

وہ ہر طرح کی مدد کرتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جب میں اس سے ملوں گا اور اپنی بپتا سناؤں گا تو وہ ضرور میری مدد کرے گا''۔اس شخص نے کہا۔

اس شخص کی بپتا سن کر دل بہرا کے دل میں دکھ ہوا۔اس کے پاس تھا ہی کیا کہ اس شخص کی مدد کرتا۔ پھر بھی اس شخص کی مدد کے لیے دل ہی دل میں فیصلہ کرلیا اور کہا: ''آؤ میرے ساتھ۔ میں تمہارے دل بہرا کو جانتا ہوں جو آج کل خوردہ میں رہتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تمہاری مدد کرے گا۔'' دل بہرا اس شخص کو خوردہ کے انگریز کپتان کے پاس لے گیا جسے دل بہرا کی تلاش تھی۔بغیر کسی خوف کے وہ کپتان کے روبرو کھڑا تھا۔انگریز کیپٹن کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے سامنے دل بہرا کھڑا ہوگا۔

''تم کون ہو؟ یہاں کیوں آیے ہو؟ کپتان نے دریافت کیا۔

''صاحب! کیا یہ سچ ہے کہ آپ نے دل بہرا کی گرفتاری کے لیے ایک ہزار روپے کا انعام رکھا ہے؟'' دل بہرا نے دریافت کیا۔

''ہاں یہ سچ ہے۔کیا تمہیں دل بہرا کا پتہ معلوم ہے؟'' کپتان نے کہا۔

''صاحب! میں ہی دل بہرا ہوں جسے آپ کے آدمی تلاش کررہے ہیں میں خود حاضر ہوں۔ مجھے گرفتار کر لیجیے اور اپنا وعدہ نبھایئے۔مہربانی کر کے انعام کے ایک ہزار روپے اس مصیبت زدہ شخص کو دے دیجیے۔دل بہرا نے بلاخوف دہراس کہا۔

اس شخص کے پاس کچھ نہیں ہے۔سوایے اس کے جسم کے کپڑوں سے مجھ سے اس کی حالت دیکھی نہیں گئی۔اس لیے میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ مجھے گرفتار کر لیجیے اور انعام کے ایک ہزار روپے اس شخص کو دے دیجیے۔'' دل بہرا اس شخص کی حالت بیان کررہا تھا۔کپتان دل بہرا کی باتیں سنتا رہا اور دل بہرا کی قربانی پر غور کرتا رہا اور پھر اس نے کہا:

''دل بہرا! تم اتنے عظیم ہو مجھے معلوم نہیں تھا۔ میں تمہیں گرفتار نہیں کروں گا مگر ایک ہزار روپے کا انعام اس شخص کو دے رہا ہوں اور اس کے ساتھ ہی تمہیں آزاد کررہا ہوں۔''

مصیبت زدہ شخص یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔یک بیک دل بہرا کے قدموں پر گر گیا اور کہنے لگا۔

''میں سمجھتا تھا کہ دل بہرا ایک امیر آدمی ہے۔ضرورت مندوں کی کھلے دل سے مدد کرتا ہے۔لیکن اب معلوم ہوا کہ دل بہرا امیر آدمی تو نہیں ہے لیکن ایک غم گسار اور سخی انسان ہے۔''

★★★

سوالات

۱۔ دل بہرا کس گاؤں کا سردار تھا؟
۲۔ پائیکوں نے کس کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا تھا؟
۳۔ دل بہرا کی گرفتاری کے لیے انگریزوں نے کیا اعلان کیا تھا؟
۴۔ دل بہرا، جنگل میں کس طرح کی زندگی گزار رہا تھا؟
۵۔ تاجر کا جہاز کس جھیل میں ڈوب گیا تھا؟
۶۔ دل بہرا مصیبت زدہ شخص کو لے کر کہاں آیا اور وہاں کیا ہوا؟

مشق

۱۔ لفظ و معنی

لفظ	معنی	لفظ	معنی
حکام	حاکم کی جمع۔ حکومت کرنے والا	منتشر	بکھرنے والا۔ پریشان
مال گزاری	زمین کا لگان ٹیکس	روپوش	چھپا ہوا
صلہ	بدلہ۔ انعام۔ اجر	خام	کچا۔ فضول
تہیہ	فیصلہ، ارادہ	اشیا	شے کی جمع۔ چیزیں
بغاوت	سرکشی۔ نافرمانی	روبرو	سامنے
کمک	مدد۔ مددگار فوج	عظیم	بڑا۔ بزرگ
علم	جھنڈا	سخی	فراخ دل۔ دریا دل

۲۔خالی جگہوں کو پر کیجیے:

آؤ میرے ساتھ، میں تمہارے دل بہرا کو جانتا ہوں جو آج کل .... میں رہتا ہے ۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تمہاری......کرے گا۔دل بہرا! تم اتنے......ہو مجھے معلوم نہیں تھا۔میں تمہیں......نہیں کروں گا۔

۳۔ جملے بنائیے: سپاہی۔قبضہ۔بغاوت۔تلاش۔عظیم۔آزاد

۴۔مفید معلومات:

آپ نے اپنی دادی اور نانی اماں سے ایسی کہانیاں سنی ہوں گی جن میں عجیب وغریب جانور، جن، پری زاد، بھیانک جنگل، دور دراز کا سفر یا بڑے لوگوں سے متعلق بہت سارے واقعے کا ذکر ہوتا ہے۔دنیا کے ہر ملک میں ایسی کہانیاں سنی اور سنائی جاتی ہیں اور یہ سلسلہ صدیوں سے جاری ہے۔اس طرح کی کہانی کو ''لوک کہانی'' کہتے ہیں۔

۵۔آپ کے لیے کام:

(الف) آپ نے اپنی دادی اماں یا نانی اماں سے کہانیاں سنی ہوں گی۔ان میں سے ایک کہانی جو آپ کو یاد ہو کاپی میں لکھ کر استاد کو دکھائیے۔

(ب) اس سبق سے دس مذکر الفاظ اور دس مؤنث الفاظ چن کر دوالگ الگ خانوں میں لکھیے ۔

شمع محفل اور جگنو

کرامت علی کرامتؔ

تعارف: اردو شاعری میں شمع اور پروانہ، اور شمع اور جگنو، شمع محفل جیسے موضوعات پر کافی نظمیں لکھی گئی ہیں اور غزل کے شعروں میں بھی ان چیزوں کا ذکر ہوا ہے۔ نظم ''شمع محفل اور جگنو'' کرامت علی کرامتؔ کے دوسرے شعری مجموعے ''شاخِ صنوبر'' سے منتخب کی گئی ہے۔ یہ نظم مکالمے یعنی آپسی بات چیت کے انداز میں لکھی گئی ہے جو بہت دل چسپ اور سبق آموز ہے۔

شمع، جگنو سے ایک دن بولی — میرے آگے عزیز کیا ہے تو؟
ہر کوئی فیض یاب ہے مجھ سے — میرا رتبہ بھی جانتا ہے تو؟
دیکھ پروانے مجھ پہ مرتے ہیں — اپنے یاروں سے بے وفا ہے تو
شان وشوکت سے جل رہی ہوں میں — رات بھر ٹمٹما رہا ہے تو
دلِ شاعر کی ہوں میں وجہِ سکوں — اس کی نظروں سے لاپتہ ہے تو
تجھ سا لاکھوں بھی ہوں اگر یک جا — کب مرا کام دے سکا ہے تو؟

سن کے جگنو نے یوں جواب دیا — شمع،کس درجہ بے حیا ہے تو
سوزِ پروانہ تیرا شیوہ ہے — درد سے اس کے آشنا ہے تو؟
تو تو جلتی ہے پر ہے اشک فشاں — مجھ سا جل کر بھی بے صدا ہے تو؟
مجھ کو قدرت نے روشنی دی ہے — سعئ انساں کا سلسلہ ہے تو
بھولے بھٹکوں کا میں ہوں راہنما — اور کتنوں کی رہنما ہے تو
اب بتا کائناتِ ہستی میں — باعثِ فخر میں ہوں یا ہے تو؟

★★★

سوالات

۱۔شمع کس سے مخاطب تھی؟

۲۔پروانے کس پر مرتے ہیں؟

۳۔شاعر کے دل کا سکون کون ہے؟

۴۔جگنو کو کس نے روشنی عطا کی ہے؟

۵۔پروانوں کو جلانا کس کی عادت ہے؟

۶۔جگنو کے خیال میں سعئی انساں کا سلسلہ کون ہے؟

مشق

۱۔لفظ و معنی

لفظ	معنی	لفظ	معنی
شمع	موم بتی	آشنا	جان پہچان والا
رتبہ	مقام	اشک	آنسو
فیض یاب	فائدہ حاصل کرنے والا	سعی	کوشش
پروانہ	پتنگا	رہنما	راستہ دکھانے والا
یک جا	ایک جگہ۔اکٹھا	باعث	وجہ۔سبب
صدا	آواز	کائنات	دنیا
سوز	جلن۔درد	شیوہ	عادت۔ڈھنگ

۲۔لکیر کھینچ کر ایک مصرعے کو دوسرے درست مصرعے کے ساتھ جوڑیے۔

ب	الف
سعیٔ انساں کا سلسلہ ہے تو	شمع جگنو سے ایک دن بولی
میرے آگے عزیز کیا ہے تو	شان و شوکت سے جل رہی ہوں میں
رات بھر ٹمٹمار ہا ہے تو	سوزِ پروانہ تیرا شیوہ ہے
درد سے اس کے آشنا ہے تو؟	مجھ کو قدرت نے روشنی دی ہے

۳۔ذیل کے لفظوں سے ایسے جملے بنائیے جن سے ان کے مذکر یا مؤنث ہونے کا پتا چل جایے۔

شمع۔رتبہ۔نظر۔درد۔قدرت۔انسان۔جواب

۴۔ایسے الفاظ جن کے معنی ایک جیسے ہوتے ہیں ان کو بامعنی یا مترادف کہتے ہیں۔جیسے:

شمع،موم بتی۔پروانہ،پتنگا۔آواز،صدا،ندا۔پرندہ،چڑیا،طائر۔ ذیل میں دیے گیے الفاظ کے مترادف لکھیے۔

آگے۔رتبہ۔یار۔روشنی۔انسان

۵۔ذیل کے لفظوں کی جمع لکھیے:

رتبہ۔شاعر۔پروانہ۔انسان۔شمع

۶۔آپ کے لیے کام:

اردو پروجیکٹ کی کاپی میں شمع اور جگنو کی تصویر بنا کر اس کے نیچے یہ شعر خوش خط لکھ کر استاد کو دکھاییے۔

شان و شوکت سے جل رہی ہوں میں
رات بھر ٹمٹما رہا ہے تو

★★★

حضرت مولانا حبیب الرحمٰنؒ

سید عطا محی الدین

ECHYBF

تعارف: حضرت مولانا سید عبدالقدوسؒ کے فرزند الحاج سید عطا محی الدین حبیبی ۱۳/ اکتوبر ۱۹۵۳ء کو مرزا پور، بھدرک میں پیدا ہوئے۔ تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ نے ۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۶ء تک پرائمری اسکولوں میں درس وتدریس کے فرائض انجام دیے۔ آگے چل کر آپ انسپکٹنگ مولوی کے عہدے پر فائز ہوئے اور ۱۹۷۶ء سے ۱۹۹۴ء تک اڈیشا میں اردو کے تدریسی نظام کے معائنہ کار کی حیثیت سے نمایاں خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ موصوف نے اردو سکنڈری ٹریننگ اسکول (کٹک) کی باگ ڈور سنبھالی اور ہیڈ ماسٹر کی حیثیت سے (۲۰۰۴ء تا ۲۰۰۸ء) اس ادارے کو ترقی کے اعلیٰ مدارج پر پہنچایا۔ اہم بات تو یہ ہے کہ آپ اردو ٹریننگ اسکول کے ہیڈ ماسٹر کی ذمہ داری سنبھالنے کے علاوہ انسپکٹنگ افسر برائے اردو تعلیم اور سیکریٹری اڈیشا اسٹیٹ بورڈ آف مدرسہ ایجوکیشن جیسے اعلیٰ عہدے پر بھی فائز رہے۔ اس دوران سرکاری سطح پر آپ کی خصوصی ترقی عمل میں آئی اور موصوف کو ۲۰۰۶ء میں کلاس II آفیسر کی حیثیت سے سرفراز کیا گیا۔ آپ نے ریاست اڈیشا میں سرکاری مدارس کے قیام اور اردو تعلیم کی ترویج واشاعت کے سلسلے میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ ہمیشہ تازہ رہیں گی۔

ہندوستان ایک ایسا عظیم ملک ہے جس کی گنگا جمنی تہذیب کو دنیا بھر میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ہر زمانے میں یہاں ایسی ایسی ہستیاں پیدا ہوئی ہیں جنھوں نے انسانوں کو بھائی چارہ، محبت واخوت اور امن وآشتی کا پیغام دیا ہے۔ ایسی ہی نیک اور پاکیزہ ہستیوں میں ایک اہم نام حضرت مولانا حبیب الرحمٰن کا ہے جنہیں ہندوستان بھر میں عرف عام میں مجاہد ملت کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

اڈیشا کے بھدرک شہر سے تقریباً ۲۲ رکیلو میٹر دوری پر واقع قصبہ دھام نگر میں ۲۶ رمارچ ۱۹۰۴ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ایک بہت بڑے زمین دار تھے۔ اس زمانے میں اڈیشا کے چار بڑے رئیسوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ایسے زمین دار گھرانے میں پرورش پانے کے باوجود آپ کی طبیعت میں نہایت سادگی، خوش اخلاقی، اخلاص اور دینداری تھی۔

ابھی آپ نو سال کے تھے کہ آپ کے والد گرامی حضرت عبدالمنان صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والد صاحب کی خواہش تھی کہ ان کا بیٹا عالم دین بن کر دین کی خدمت کرے۔ مگر یہ خواہش ان کی حیات میں پوری نہ ہوسکی۔ والد کے انتقال کے بعد آپ کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری آپکی والدہ اور ماموں پر عائد ہوئی۔ مگر والد گرامی کی خواہش کا خیال کسی کو نہ رہا۔ لہذا راونشا کالجیئٹ اسکول، کٹک میں آپ کا داخلہ کرا دیا گیا۔ آپ نہ چاہتے ہوئے بھی اسکول جانے لگے۔ اسی زمانے کی بات ہے کہ شدید گرمی کا موسم اور رمضان کا مہینہ تھا۔ آپ شدید بخار میں مبتلا ہو گیے جس کی وجہ سے نقاہت اس قدر بڑھ گئی کہ ڈاکٹروں اور گھر والوں نے روزے رکھنے پر پابندی لگا دی۔ مگر آپ کی پاک طبیعت کب گوارا کرتی کہ رمضان کا مہینہ ہو اور آپ روزے چھوڑ دیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر گھر والے سحری کے وقت نہ جگاتے تو آپ بغیر سحری کے روزہ رکھ لیتے۔ لہذا اعلالت میں اور اضافہ ہو گیا۔ باقاعدہ علاج کے بعد آپ شفایاب تو ہو گیے مگر آپ کے چچا نے تاڑ لیا کہ غالبًا آپ کی فطری خواہش کے خلاف انگریزی تعلیم کے سبب ایسے حالات پیدا ہوئے ہیں۔ انھوں نے انگریزی تعلیم کا سلسلہ بند کروا دیا۔ پھر دینی تعلیم کا آغاز گھر ہی پر ہوا۔ مزید تعلیم کے لیے آپ نے ہندوستان کے مختلف شہروں کا سفر کیا۔ خصوصی طور پر آپ نے اجمیر شریف، مرادآباد اور الہٰ آباد میں تعلیم حاصل کی۔ اردو عربی، فارسی، فقہ اور تفسیر میں خصوصی مہارت حاصل کی۔

آپ کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ دین اسلام کی تبلیغ واشاعت ہو۔ اسی جذبے کے تحت آپ نے پورے ملک میں جگہ جگہ مدرسوں کی بنیاد ڈالی انہی مدارس میں جامعہ حبیبیہ الہٰ آباد آپ کی عظیم یادگار ہے۔ خود ہزاروں روپے مدرسوں اور مسجدوں کی تعمیر پر خرچ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ بہت سارے غریب اور نادار بچوں کو اپنے خرچ پر علم دین سے آراستہ کیا۔ آپ کا قول ہے کہ:

''جب معاشرے میں کسی برائی کو دیکھو تو اسے دور کرنے کی کوشش کرو۔ اپنی عزت نہ دیکھو دین کی عزت دیکھو۔ جب دین کی عزت ہوگی تو تمہاری عزت خود بخود ہو جایے گی۔''

موجودہ دور میں جہیز کا جو گندہ رواج ہے اس کی ندمت کرتے ہویے ایک تقریر میں فرمایا:

''آج کا دولھا نوشاہ نہیں ہوتا۔ نوشاہ نیے بادشاہ کو کہتے ہیں جس کی شان مال و دولت لٹانا ہے نہ کہ جہیز کے نام پر خود لوٹنا ہے۔''

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن جید عالم دین اور بے باک انقلابی رہنما تھے۔ آپ کے دل میں قوم کا درد اور دین کے فروغ کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ کبھی بھی ظلم برداشت نہیں کرتے اور حق بات کہنے سے گریز نہ کرتے۔ اس سلسلے میں آپ کو جیل بھی جانا پڑا تھا۔ ۱۹۳۴ء میں انگریز حکومت کی جانب سے دھام نگر کے کاشتکاروں کو سنچائی کے لیے پانی نہیں ملا۔ اس کے باوجود حکومت نے ٹیکس اصول کرنا چاہا تو غریب کسان (جن میں ہندو اور مسلمان دونوں فرقے کے لوگ تھے) بے حد پریشان نظر آنے لگے۔ مولانا حبیب الرحمٰن نے حکومت کے اس ظلم کے خلاف آواز بلند کی۔ جگہ جگہ جلسے کیے۔ اس وجہ سے آپ کی گرفتاری ہوئی۔ چونکہ آپ انسانیت کے ایک سچے علم بردار اور بے باک رہنما تھے اس لیے حکومتِ وقت ہمیشہ آپ پر کڑی نظر رکھتی تھی۔ اگرچہ آپ کئی بار گرفتار کیے گیے پھر بھی آپ کی ہمت کبھی پست نہ ہوئی۔

آپ چھ بار حج اور زیارت سے بھی سرفراز ہویے۔ ۱۹۸۰ء میں آخری حج کے بعد آپ دین کی تبلیغ کے لیے پورے ملک کا دورہ کرنے لگے۔ ممبئی میں آپ کی طبیعت ناساز ہوگئی اور ۱۳/ مارچ ۱۹۸۱ء جمعہ کے دن شام کے وقت آپ دنیا سے کوچ کر گیے۔ آپ کا جنازہ اُسی دن دھام نگر لایا گیا۔ ملک کے گوشے گوشے سے لاکھوں مسلمان پہنچ گیے۔ آپ کی نماز جنازہ کی امامت آپ کے خلیفہ حضرت مولانا سید عبدالقدوسؒ نے فرمائی اور آپ کو اپنی وصیت کے مطابق اپنی خانقاہ، خانقاہ حبیبیہ دھام نگر کے احاطہ میں سپرد خاک کیا گیا۔ دھام نگر میں دارالعلوم مجاہد ملت قائم ہے اور یہاں ہزاروں طلبا علم وعرفان سے سیراب ہو رہے ہیں۔

غرض کہ حضرت مجاہد ملت نے علم وعرفان، انسانیت، محبت و اخلاق اور بھائی چارگی کا جو دیپ جلایا تھا وہ آج بھی روشن ہے۔ ہر سال قمری ماہ کے مطابق ٦ جمادی الاولیٰ کو آپ کی یاد بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔ اور ہندوستان بھر سے آیے ہویے عقیدت مندوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے۔

خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر
فنا کے بعد بھی باقی ہے شانِ رہبری تیری

★★★

سوالات

ا۔مولانا مجاہد ملت کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

۲۔ان کے والد کون تھے اور اڈیشا میں ان کا کیا مقام تھا؟

۳۔کس واقعہ سے بچپن ہی سے ان کی دینداری کا پتا چلتا ہے؟

۴۔ان کی تعلیم کس طرح مکمل ہوئی؟

۵۔مولانا کی پہلی گرفتاری کب اور کیوں ہوئی؟

۶۔مولانا نے دین اسلام کی کس طرح خدمت کی؟

۷۔مولانا کا انتقال کب ہوا اور انہیں کہاں دفن کیا گیا؟

۸۔ہر سال آپ کی یاد کب منائی جاتی ہے؟

مشق

ا۔لفظ و معنی

لفظ	معنی	لفظ	معنی
قدیم	پرانا	عظیم	بڑا
اہل علم	علم والا	نقاہت	کمزوری
شفایاب	تندرست	اضافہ ہونا	بڑھ جانا
آغاز	شروع	کوٹ کوٹ کر بھرنا	بہت زیادہ پایا جانا
بے باک	نڈر	دیپ	چراغ
سپرد خاک کرنا	دفن کرنا	رئیس	مال دار

۲۔ نیچے لکھے ہوئے جملوں کو صحیح لفظوں سے پر کیجیے:

(الف) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن کو............................کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

(ب) آپ کے والد بہت بڑے............................تھے۔

(ج) آپ............................اسکول میں زیرِ تعلیم تھے۔

(د) آپ کی نماز جنازہ کی امامت............................نے فرمائی۔

۳۔ نیچے دیے گیے لفظوں کو جملوں میں استعمال کیجیے:

قدیم۔ بے باک۔ رئیس۔ نقاہت۔ شفایاب۔

۴۔ نیچے دیے گیے محاوروں کو جملوں میں استعمال کیجیے:

سایہ سر سے اٹھ جانا۔ کوٹ کوٹ کر بھرنا۔ کوچ کر جانا۔ سپرد خاک کرنا

۵۔ نیچے دیے گیے الفاظ میں سے مؤنث و مذکر کو الگ الگ لکھیے۔

پیغام۔ نگاہ۔ داخلہ۔ مہینہ۔ تعمیر۔ پانی۔ خواہش۔ ہمت۔ امامت۔ رواج۔ عزت۔ جنازہ

★★★

ECRUD3

علامہ اقبال کا خط مولانا سید سلیمان ندوی کے نام

تعارف: علامہ اقبال کا یہ خط ''اقبال نامہ'' سے لیا گیا ہے۔ اقبال کو مولانا سید سلیمان ندوی سے بڑی عقیدت تھی۔ وہ مولانا کی دل سے قدر کرتے تھے۔ مولانا سید سلیمان ندوی ۲۲ر دسمبر ۱۸۸۴ء کو پٹنہ کے ایک گاؤں دسنہ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کے سلسلے میں دارالعلوم ندوۃ العلما میں داخلہ لیا اور ۱۹۰۷ء میں تعلیم سے فراغت حاصل کی۔ ملک وملت اور اردو زبان کی ترقی کے لیے مولانا کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ انھوں نے ۱۹۱۶ء میں اپنا رسالہ ''معارف'' بھی شائع کیا اور کئی کتابیں لکھیں۔ جن میں ارض القرآن، سیرۃ النبوی، سیرتِ عائشہ، عمر خیام وغیرہ مشہور ہیں۔ مولانا ندوی کا انتقال ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء کو ہوا۔

لاہور

یکم نومبر ۱۹۱۶ء

مخدومی السلام علیکم

اوری اینٹل کالج لاہور میں ہیڈ پرشین ٹیچر کی جگہ خالی ہوئی ہے۔ اس کی تنخواہ ایک سو بیس روپے ماہوار ہے۔ میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ اس جگہ کو اپنے لیے پسند فرماتے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو آپ کے لیے سعی کی جایے۔ آپ کا لاہور میں رہنا پنجاب والوں کے لیے بے حد مفید ہوگا۔ والسلام

آپ کا خادم

محمد اقبال، بیرسٹر، لاہور

مفید معلومات

(الف) خط جسے مکتوب بھی کہتے ہیں، دل کے جذبات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ مکتوب نگار (یعنی خط لکھنے والا) اپنے مکتوب الیہ (یعنی جس کو خط لکھا جا رہا ہے) کی عمر اور رتبے کا خاص خیال رکھتا ہے۔ جیسا کہ علامہ اقبال نے مولانا سلیمان ندوی کو ''مخدومی'' لکھا ہے۔ لفظ مخدومی، کے معنی ہیں قابل تعظیم، بزرگ، مربی۔ خط کے شروع میں لکھے جانے والے الفاظ جن سے مکتوب الیہ کا رتبہ ظاہر ہو''القاب'' کہلاتے ہیں۔ ذیل میں عمر اور رتبے کے مطابق القاب کی چند مثالیں دی جا رہی ہیں۔ مکرمی والد صاحب، محترمہ والدہ صاحبہ، میرے عزیز دوست۔ عزیزِ من۔ عزیزم۔ عزیزی، برادرِ مکرم، عالی جناب وغیرہ

(ب) خط میں القاب کے بعد ''آداب'' کے الفاظ لکھے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اقبال نے ''السلام علیکم'' لکھا ہے۔ آداب کے الفاظ سے بھی مکتوب الیہ کے مرتبے اور مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔ ''آداب'' کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔ سلام مسنون، دعائیں۔ دعایے خیر، تسلیم و نیاز، تسلیمات، ڈھیروں پیار، آداب وغیرہ۔

(ج) القاب و آداب کے بعد خط کا مضمون شروع ہوتا ہے۔ چونکہ خط کو ''آدھی ملاقات'' کہا جاتا ہے۔ لہذا خط کا مضمون صاف اور رواں دواں ہوتا کہ مطلب کی بات بغیر کسی الجھن کے سمجھ میں آ جایے۔ خط کی تحریر بھی صاف ستھری ہو۔ گنجلک تحریر سے خط کا مضمون اپنا اثر کھو دیتا ہے۔

(د) خط کے مضمون کے بعد اخیر میں خاتمے کے الفاظ لکھے جاتے ہیں۔ جن سے خط ختم ہوتا ہے۔ علامہ اقبال نے خط کے آخر میں ''والسلام۔ آپ کا خادم'' لکھ کر خط کو ختم کیا ہے۔ خاتمے کے الفاظ بھی عمر اور رتبے کے مطابق لکھے جاتے ہیں۔ اس کی چند مثالیں یہ ہیں۔ فقط۔ آپ کا۔ مخلص، نیاز مند، آپ کا دوست، آپ کا فرماں بردار۔ خاکسار، دعا گو وغیرہ۔

(ہ) خط کے اوپر دائیں طرف مقام اور تاریخ لکھی جاتی ہے۔ اسی طرح خط کے نیچے دائیں طرف خط لکھنے والے کا نام اور اس کے شہر یا گاؤں کا نام درج ہونا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

(و) خط لکھنے کے بعد ضروری ہے کہ اسے شروع سے اخیر تک غور سے پڑھ لیا جایے تاکہ لکھنے میں جو غلطی رہ گئی ہو وہ درست ہو سکے۔ پوسٹ کارڈ یا لفافے پر درست پتا صاف صاف لکھنا چاہیے۔

آپ کے لیے کام: استاد کی مدد سے اپنے دوست کے نام خط لکھیے۔ جس کے مضمون سے ظاہر ہو کہ آپ چھٹی کے دن اپنے دوست کے ساتھ اس کے گھر جائیں گے۔

★★★

ED1QEQ

ترانہ اڑیسہ

سید محمد راشد شبنمؔ

تعارف: سید محمد راشد شبنمؔ کا شمار اڈیشا کے نظم گو شعرا میں ہوتا ہے۔ لیکن آپ نے غزلیں بھی کہی ہیں۔ تسلسلِ خیال، اظہار کی برجستگی اور زبان و بیان کی ندرت آپ کی نظموں کی خصوصیات ہیں۔ ۱۷ر نومبر ۱۹۴۱ء کو آپ سونگڑہ میں پیدا ہوئے۔ سونگڑہ کی مشہور ادبی تنظیم ''گلشنِ ادب'' کی جانب سے آپ کو ''ستارۂ گلشنِ ادب'' کا خطاب ملا تھا اور آپ کے شاعرانہ کمال کا اعتراف کرتے ہوئے اڈیشا اردو اکاڈمی نے بھی موصوف کو انعام و اعزاز سے نوازا تھا۔ آپ کی وفات ۷ر مئی ۱۹۹۴ء کو سونگڑہ میں ہوئی۔

جس کے سنہرے فرش کا سبزہ ہے پیرہن
وہ صوبۂ اڈیشا ہے میرا حسیں وطن

اس خطۂ زمیں کا ہے یہ حسن ، یہ شباب　　کھلتے ہیں جس کی گود میں ہر رنگ کے گلاب
کہتا ہوا یہاں سے گزرتا ہے ماہتاب　　اس کی کوئی مثال نہ اس کا کوئی جواب
کوئی چمن کہے اسے کوئی گگن
آزاد ہند کی ہے یہ آزادانجمن

دریا میں اس کے جاگ اٹھے کتنے آبشار　　جن سے فضا میں دوڑ گیے بجلیوں کے تار
اس نے کیے جو اپنے خزانوں کو آشکار　　فرزند اس کے کر گیے تعمیر شاہکار
آسان ہم پہ آج ہر اک رہ گزر ہوئی
بجلی جو آگئی تو ہماری سحر ہوئی

ویران پارادیپ تجارت کا در بنا　　یہ کاروانِ بحر کی اک رہ گزر بنا
لوگوں میں دور دیش کا عزم سفر بنا　　صوبہ ہمارا تاج درِ بحروبر بنا
پہنچے یہ دور دور جہازوں کے ڈول پر
پتھر ہمارے بک گیے سونے کے مول پر

ہیں پر سکون کتنی کسانوں کی بستیاں　　کھیتوں میں ہل کہیں، کہیں پانی میں کشتیاں
الجھی ہیں پھول سے کہیں خوش رنگ تتلیاں　　جھولے میں مست ہیں کہیں نو خیز لڑکیاں
چھیڑے یہاں کی صبح بہاروں کی راگنی
آتی ہے رات اوڑھ کے پونم کی چاندنی

ہم میں نہیں ہے چھوٹے بڑے کا کوئی حساب　　دیتی ہے درس ہم کو مساوات کی کتاب
آنکھوں میں ہم لیے ہوۓ تعمیرِ نو کے خواب　　آگے بڑھے تو ہنس پڑے کہسار میں گلاب
محنت کی ڈور تھام کے منزل پہ آگیے
محتاج کل تھے، آج زمانے پہ چھا گیے

سوالات

۱۔شاعر نے ''حسین وطن'' کس کو کہا ہے؟

۲۔آزاد ہندوستان کی ''آزاد انجمن'' کون ہے؟

۳۔پارادیپ کے بارے میں شاعر نے کیا خیال ظاہر کیا ہے؟

۴۔شاعر نے کسانوں کی بستیوں کا جو نقشہ کھینچا ہے۔اپنی زبان میں تحریر کیجیے۔

مشق

۱۔لفظ و معنی

لفظ	معنی	لفظ	معنی
سبزہ	ہریالی،تازگی	کارواں	قافلہ۔جماعت
پیرہن	لباس۔کپڑا	بحر	سمندر۔ساگر
ماہتاب	چاند	عزم	ارادہ
انجمن	محفل۔کمیٹی	مساوات	آپس میں برابری
آبشار	جھرنا	کہسار	پہاڑوں کا سلسلہ
رہ گزر	راستہ	آشکار	ظاہر،نمایاں
راگنی	نغمہ۔سُر	درس	سبق

۲۔ایسے پانچ الفاظ اپنی کاپی میں لکھیے۔جن کے آخر میں 'ن' ہو۔جیسے گگن۔چمن وغیرہ

۳۔ذیل کے الفاظ کی ضد لکھیے :

مہتاب۔ویران۔دور۔پتھر۔پھول۔بہار۔آج

۴۔واو معدولہ یعنی وہ 'و' جو لکھنے میں آئے مگر پڑھی نہ جائے۔مثال کے طور پر خواب۔خواہش۔درخواست۔وغیرہ۔

کاپی میں ایسے پانچ الفاظ لکھیے جن میں واو معدولہ ہو۔

۵۔ذیل کے الفاظ میں سے مذکر اور مؤنث لفظوں کو چن کر نیچے کے خانوں میں لکھیے:

فرش، صوبہ، وطن، زمین، گود، گلاب، خواب، انجمن، فضا، چمن، مثال، بجلی، کھیت، تجارت، منزل، خواب، صبح، محنت۔

مذکر	
مؤنث	

۶۔مفید معلومات

اس نظم کے پہلے دو مصرعے (یعنی ایک شعر) عنوان یا تمہید کے طور پر لکھے گیے ہیں۔ان دو مصرعوں کے بعد نظم کے ہر بند میں چھے مصرعوں کی پابندی نظر آتی ہے۔اردو میں ایسی نظم جس کا ہر بند چھے مصرعوں کا ہوتا ہے، مسدّس کہلاتی ہے۔

۷۔آپ کے لیے کام:

پارادیپ اڈیشا کا مشہور بندرگاہ ہے۔اس کی ایک تصویر حاصل کر کے پروجیکٹ کی کاپی میں چسپاں کیجیے اور اس کے نیچے نظم کا تیسرا بند خوش خط لکھ کر استاد کو دکھایئے۔

ہندوستان کی خلائی کامیابیاں

اظہار اثر

تعارف: اردو میں سائنسی موضوعات پر لکھنے والے کم ہیں۔ جبکہ وقت کا تقاضہ ہے کہ سائنس اور ٹکنالوجی پر اردو میں زیادہ سے زیادہ کتابیں لکھی جائیں۔ اردو میں سائنسی مضامین لکھنے والوں میں اظہار اثر کا مقام بہت بلند ہے۔ ان کا یہ مضمون قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان (نئی دہلی) کے ماہانہ رسالے ''اردو دنیا'' سے ماخوذ ہے۔

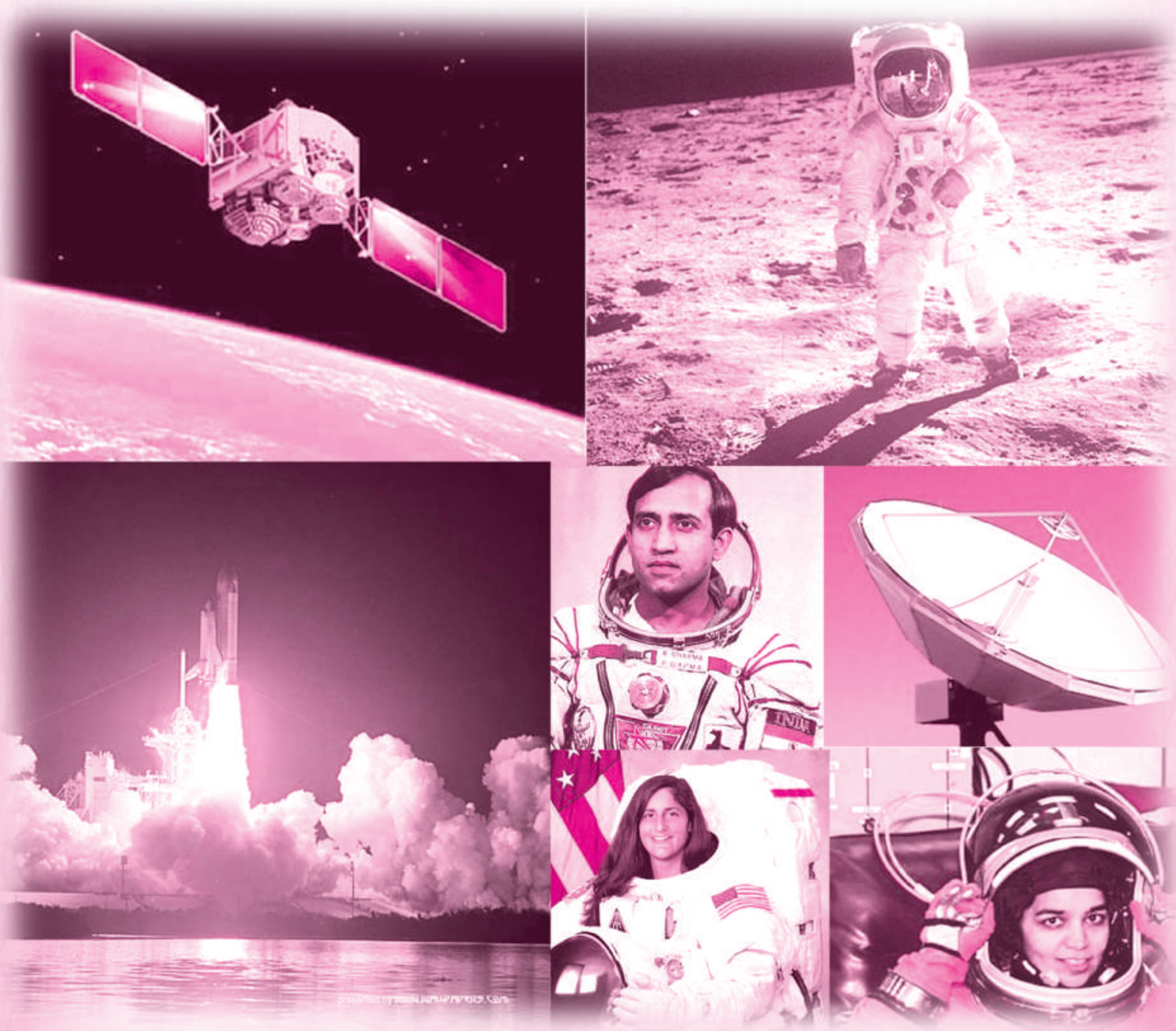

ہندوستان دنیا کا ساتواں بڑا ملک ہے۔آزادی کے وقت ہندوستان معاشی طور پر بہت مضبوط نہیں تھا مگر ہمارے سائنس داں دنیا کے کسی بھی ملک کے سائنسدانوں سے کم ذہین نہیں تھے۔انھوں نے 1960 سے ہی خلائی منصوبے بنانے شروع کر دیے تھے۔آخر ہندوستانی حکومت نے خلائی سائنس پر تحقیق کرنے کے لیے ہندوستانی خلائی تحقیقی ادارہ (Indian Space Research Organisation) کے نام سے پہلا ادارہ قائم کیا جس کا مختصر نام ''اسرو''(ISRO) پڑ گیا۔''اسرو'' نے خلائی سائنس میں اپنی کوششیں تیز کر دیں۔ اس نے اپنی ابتدائی کوششوں کے ذریعے آریہ بھٹ، بھاسکر، روہنی اور ایپل جیسے موصنوعی سیارے خلا میں بھیجے۔ پھر 1980 کی دہائی میں ''ان سیٹ''(INSAT) اور آئی آر ایس(I.R.S) جیسے کامیاب خلائی پروگرام بنائے۔آج یہ کہا جا سکتا ہے کہ INSAT اور IRS دونوں ''اسرو'' کے اہم ترین کارنامے ہیں۔

شروع میں ''اسرو'' اپنے سیارے کسی دوسرے ملک کے خلائی پلیٹ فارم سے خلا میں بھیجتا تھا لیکن پھر ہندوستانی سائنسدانوں نے خلا میں راکٹ بھیجنے کے لیے اپنے لانچنگ پیڈ بنائے بلکہ اب ہندوستان دوسرے ممالک کے سیاروں کو بھی اپنے لانچنگ اسٹیشنوں سے خلا میں بھیجنے لگا ہے۔

خلائی راکٹ داغنے والے لانچنگ پلیٹ فارم کو لانچنگ وہیکل یا لانچنگ گاڑیاں کہا جاتا ہے اسرو نے سب سے پہلا لانچنگ پلیٹ فارم اے ایس ایل وی (ASLV) کے نام سے شروع میں بنالیا تھا۔اسی پلیٹ فارم سے ہندوستانی خلابازوں نے IRS-P2 نام کا عظیم خلائی جہاز خلا میں بھیجا تھا۔اس کے بعد 2001 میں ہندوستان حد درجہ مفید اور کارآمد خلائی جہاز خلا میں بھیجنے میں کامیاب ہوگیا۔آج آپ ٹیلی ویژن پر جو تصویریں دیکھتے ہیں یا موبائل فون کے ذریعے دنیا کے ہر حصے میں بات کر سکتے ہیں تو یہ سب کچھ اسی خلائی جہاز کی مدد سے ہوتا ہے۔ زمین سے ٹیلی ویژن، ریڈیو، موبائل فون کی آوازیں اور تصویریں اس خلائی جہاز کو بھیجی جاتی ہیں اور خلائی جہاز میں لگے الکٹرانک آلات ان پر لہروں کو واپس دنیا کے ہر کونے میں بھیج دیتے ہیں۔اس طرح ہماری آواز فوراً ہی دنیا کے کسی بھی ملک میں موبائل فون پر سنی جا سکتی ہے۔

سائنسداں آسمان اور خلا کے بارے میں صدیوں سے قیاس آرائی اور طرح طرح کے تجربات کر کے خلا کو سمجھنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔سائنسداں یہ بات کافی عرصے سے جانتے تھے کہ خلا میں پہنچ کر کوئی کشش باقی نہیں رہتی اس لیے ہر چیز بے وزن ہو جاتی ہے۔یعنی خلا میں پہنچنے کے بعد ہر چیز ''انرشیا''(Inertia) کی کیفیت میں پہنچ جاتی ہے۔انرشیا کا مطلب یہ ہے کہ خلا میں کوئی چیز اگر ایک جگہ رکی ہوئی ہے تو اسی جگہ ٹھہری رہے گی جب تک کوئی قوت اسے کسی طرف دھکیل نہ دے۔اور کوئی چیز اگر حرکت میں آگئی ہے تو وہ ہمیشہ اسی سمت اور اسی رفتار

سے چلتی رہے گی جس رفتار سے اسے کسی قوت نے دھکیلا تھا۔اس کیفیت میں فرق اس وقت آیے گا جب کوئی دوسری قوت اس کی رفتار اور سمت کو بدل دے۔

یوں تو خلا کو فتح کرنے کے خواب انسان صدیوں سے دیکھتا آرہا ہے لیکن یہ خواب حقیقت میں اس وقت تبدیل ہوا جب 1950 کی دہائی کے آخر میں پہلی بار سوویت یونین (روس) نے ایک اسپوتنک یعنی مصنوعی سیّارہ خلا میں بھیجا اور وہ قانون فطرت کے مطابق زمین کے گرد چکر لگانے لگا۔سائنس کے اس کرشمے نے ساری دنیا کو حیران کر دیا پھر اس کے کچھ مدت بعد ہی 1961 میں سوویت یونین کے خلائی سائنسدانوں نے ہی گیگرین نام کے پہلے انسان کو مصنوعی سیارے میں بٹھا کر خلا میں بھیج دیا جو زمین کے گولے کے کئ چکر لگا کر بخیریت زمین پر واپس آ گیا یعنی وہ پہلا خلائی مسافر تھا جسے روسی زبان میں کوسمونوٹ (Cosmonot) کہا جاتا تھا روس کی اس کامیابی سے امریکہ کی بالادستی کو زبردست دھکا لگا اور امریکی حکومت نے ان کامیابیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے خزانے کے منہ کھول دیے اور آخر خلا میں اپنا خلائی جہاز بھیجنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ امریکی خلابازوں کو اسٹرونوٹ (Astronot) کا نام دیا گیا۔ پھر کچھ عرصے بعد ہی امریکہ اپنے ایک خلاباز کو چاند پر اتارنے میں کامیاب ہو گیا۔سوویت سائنسداں تکنیکی طور پر امریکی خلائی سائنسدانوں سے بہت آگے تھے مگر خاطر خواہ مالی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے وہ کسی خلاباز کو چاند پر نہیں اتار سکے جب کہ ان کے بنایے ہویے مصنوعی سیارے چاند کے گرد چکر کاٹ چکے تھے اور چاند پر اتر کر اس کی مٹی کے نمونے لے آیے تھے۔اس کے علاوہ ان کے مصنوعی سیارے زہرہ اور مریخ تک پہنچ چکے تھے۔

آج ان مصنوعی سیاروں کو خلائی راکٹ یا خلائی جہاز کہا جاتا ہے۔خلائی سائنس میں سب سے اہم کام کسی انسان کو خلا میں بھیج کر بخیریت زمین پر واپس اتار لینا ہوتا ہے۔اس سلسلے میں تجربات کے دوران روس اور امریکہ دونوں ہی ملک اپنے بہت سے خلابازوں کی زندگیوں سے ہاتھ دھو چکے ہیں۔جن میں سب سے تازہ حادثہ امریکہ کے کولمبیا خلائی جہاز کا تھا جس میں ہندوستان کی ایک خاتون خلاباز کلپنا چاولا بھی ہلاک ہو گئ تھیں۔ساری دنیا میں اب تک تین ملک اس قابل تھے کہ وہ اپنے خلابازوں کو خلا میں بھیج سکیں لیکن اس سال چین کے خلائی سائنسدانوں نے بھی اپنے ایک خلاباز کو خلا میں بھیج کر اس فہرست میں اپنا نام درج کرالیا ہے۔چین کے اس خلائی جہاز کا نام ''شین ذہو'' (Shenzhou) ہے جس کا مطلب ہوتا ہے ''قدرت کا جہاز'' اور چینی سائنسداں اپنے خلابازوں کو ٹائکوناٹ (Taikonaut) کہتے ہیں۔ہندوستانی سائنسداں اپنی کوششوں میں مصروف ہیں۔ہندوستان کا پہلا قدم یہ ہے کہ وہ اپنا پہلا خلائی جہاز چاند تک بھیجے گا جس کا نام ''چندریان'' رکھا گیا ہے۔

سوالات

۱۔ ہندوستان کا پہلا خلائی تحقیقی ادارہ کب قائم ہوا اور اس کا نام کیا ہے؟

۲۔ ہندوستان کے مصنوعی سیاروں کے نام لکھیے؟

۳۔ لانچنگ پیڈ کسے کہتے ہیں؟

۴۔ کس ملک نے پہلا مصنوعی سیارہ خلا میں بھیجا اور اس کا نام کیا تھا؟

۵۔ کس نے پہلی بار خلا کا سفر کیا؟

۶۔ کولمبیا خلائی جہاز کے حادثے میں ہندوستان کی کس خاتون خلاباز نے اپنی جان گنوائی؟

۷۔ چین کے خلائی جہاز کا نام کیا ہے؟

مشق

۱۔ لفظ و معنی

لفظ	معنی	لفظ	معنی
خلا	خالی جگہ۔ فضا	تحقیق	چھان بین کرنا
قوت	طاقت۔ زور	مصنوعی	بنایا ہوا۔ جو قدرتی نہ ہو
زہرہ۔ مرّیخ	دو سیاروں کے نام	آلات	آلہ کی جمع۔ اوزار۔ ہتھیار
خلاباز	خلا میں سفر کرنے والا	سیارہ	گردش کرنے والا ستارہ

۲۔ نیچے دیے ہوئے الفاظ کی جمع پڑھائے گئے سبق سے تلاش کر کے لکھیے۔

ملک۔ تجربہ۔ سیارہ۔ منصوبہ۔ نمونہ۔ وسیلہ۔ عرصہ

۳۔لکیر کھینچ کر درست تعلق قائم کیجئے:

الف	ب
اسرو	امریکی خلائی جہاز
پہلا خلاباز	شین ذ ہو
کولمبیا	چین کا خلاباز
قدرت کا جہاز	گیگرین
ٹائکوناٹ	ہندوستان کا خلائی تحقیقی ادارہ
چندریان	ہندوستان کا خلائی جہاز

۴۔زمانے کی تین قسمیں ہیں۔ ماضی۔حال۔مستقبل۔زمانۂ ماضی یعنی وہ زمانہ یا وقت جو گزر چکا ہے۔اسی طرح فعل ماضی یعنی وہ کام جو گزرے ہوئے زمانے میں کیا گیا ہو۔مثلاً احمد کتاب پڑھ رہا تھا۔لڑکی رو رہی تھی۔ ذیل کے مصدروں سے فعل ماضی کے جملے بنایئے۔ چلنا۔دوڑنا۔لکھنا۔ہنسنا۔توڑنا۔

۵۔اس سبق میں مصنوعی سیارے اور خلائی جہازوں کے نام آیے ہیں انہیں تلاش کر کے کاپی میں لکھیے۔

٦۔آپ کے لیے کام

(الف) اردو پروجیکٹ کی کاپی میں خلائی جہاز اور خلاباز کی تصویریں چسپاں کیجیے۔

(ب) نظام شمسی یعنی سورج اور نو سیاروں کا نقشہ بنا کر زہرہ اور مریخ کو سرخ اور سبز رنگ دیجیے۔

★★★

مشین آدمی نہیں

خاور نقیب

تعارف: خاور نقیب کی یہ نظم ان کے شعری مجموعہ ''قلم فردوس'' (مطبوعہ ۲۰۰۸ء) سے منتخب کی گئی ہے۔ مختصر نظموں کے علاوہ آپ نے طویل نظمیں بھی لکھی ہیں۔ خاور نقیب صرف نظم کے شاعر نہیں بلکہ انھوں نے مثنوی، غزل، رباعی وغیرہ اصناف پر بھی طبع آزمائی کی ہے۔

EDJHI1

مشین آدمی نہیں
مشین تو مشین ہے
مشین کو تھکن نہیں
مشین بے نیازِ غم
نہ اس میں سوز و ساز ہے
نہ وصفِ دل گداز ہے

مشین آدمی نہیں
مشین تو مشین ہے

اسے بنائے آدمی
اسے چلائے آدمی
جو چاہے اس کو توڑ دے
بہ شوق پھر سے جوڑ دے
چلائے گر نہ آدمی
مشین ہے فضول شے
سراپا ڈھول ڈھول شے

مشین آدمی نہیں
مشین تو مشین ہے

★★★

سوالات

۱۔آدمی کے اندر ایسی کون سی چیز ہے، جس کے سبب وہ زندہ ہے مگر مشین اس سے محروم ہے؟
۲۔مشین ایک فضول چیز کب بن جاتی ہے؟
۳۔مشین رنج وغم سے بے نیاز کیوں ہے؟

مشق

۱۔لفظ و معنی

لفظ	معنی	لفظ	معنی
بے نیاز	بے پروا۔بے غرض	وصف	اچھائی۔تعریف
فضول	زیادہ۔بے کار	سراپا	سر سے پاؤں تک حلیہ

۲۔جملے بنائیے:

آدمی۔مشین۔ڈھول۔رنگ۔شوق۔فضول

۳۔ایک مصرعے کو دوسرے درست مصرعے کے ساتھ جوڑیے:

الف	ب
مشین کو تھکن نہیں	سراپا ڈھول ڈھول شے
جو چاہے اس کو توڑ دے	مشین تو مشین ہے
مشین آدمی نہیں	یہ شوق پھر سے جوڑ دے
مشین ہے فضول شے	مشین بے نیازِ غم

۴۔لفظ یا جملے کو آپس میں ملانے والے الفاظ یعنی و، اور، کر، بھی، پھر وغیرہ ''حروفِ عطف'' کہلاتے ہیں۔
''حروف عطف'' کے استعمال کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔
صبح وشام۔کتاب اور کاپی۔وہ آج بھی نہیں آیے۔سوچ سمجھ کر لکھنا۔اس سبق سے حروف عطف کی مثالیں تلاش کر کے لکھیے۔

۵۔پڑھی گئی نظم سے چار مذکر الفاظ اور چار مؤنث الفاظ چن کر کاپی میں تحریر کیجیے۔

۶۔آپ کے لیے کام:
پانچ الگ الگ مشینوں کی تصویریں پروجیکٹ کی کاپی میں چسپاں کیجیے اور ان کے نام لکھیے۔

چمکنے والا جگنو

محمد خلیل

EDTDJN

تعارف: محمد خلیل کا یہ مضمون "حیوانات کی دلچسپ دنیا" سے منتخب کیا گیا ہے۔ مضمون میں جگنو کی عادت اور اس کی قدرتی خصوصیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

رات کے وقت تھوڑی تھوڑی دیر پر چمکنے والا ایک پتنگے کو آپ نے دیکھا ہوگا، اس کا نام جگنو (فائر فلائی) ہے لیکن یہ بے چینی آپ کو ضرور ہوئی ہوگی کہ آخر یہ چھوٹا سا کیڑا کس طرح چمکتا ہے اور اس کی روشنی کے پیچھے کیا راز چھپا ہوا ہے۔ اسے چمکتے ہوئے دیکھ کر ہر شخص تعجب میں پڑ جاتا ہے۔ لیکن جگنو کے چمکنے کا منظر سبھی کو اچھا معلوم ہوتا ہے۔ چمکنے کی یہ قدرتی خصوصیات جگنو کے علاوہ اور کسی جاندار کیڑے میں دیکھنے کو نہیں ملتیں۔ قدیم زمانے میں لوگ جگنوؤں کو پکڑ کر شیشے کی چمنیوں میں بند کر دیتے تھے اور ان سے روشنی کا کام لیتے تھے۔

جگنو ساری دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ خاص طور پر شمالی امریکہ، برطانیہ، برازیل اور کیوبا میں یہ خوب دکھائی دیتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی یہ برسات کے دنوں میں جھنڈ کی شکل میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان کی مختلف قسمیں ہیں جن میں چمکنے کے رنگ میں بھی فرق ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کوئی جگنو کم چمکتا ہے کوئی زیادہ۔ مثال کے طور پر ہرے رنگ کے جگنو پیلی روشنی پیدا کرتے ہیں تو پیلے رنگ کے جگنو ہرے رنگ کی روشنی۔ سائنس دانوں کے اندازے کے مطابق جگنو کی تقریباً دو ہزار قسمیں ساری دنیا میں پائی جاتی ہیں۔ جب کہ جگنو کے جسم کی لمبائی تقریباً ایک سے ڈیڑھ سینٹی میٹر سے زیادہ نہیں ہوتی لیکن ایسے جگنو بھی ہیں جن کی لمبائی آٹھ سے نو سنٹی میٹر تک ہوتی ہے جو عام طور پر امریکہ میں پائے جاتے ہیں۔ اس جگنو کے جسم سے ایک ساتھ سرخ روشنی سر سے اور سبز روشنی دم سے نکلتی ہے۔ اسی طرح پانچ سینٹی میٹر لمبائی کے جگنو برازیل میں پائے جاتے ہیں۔

جگنو چھ ٹانگوں والا ایک چھوٹا سا جاندار ہے۔ اس کی آنکھ بڑی، پاؤں لمبے اور پر چھوٹے ہوتے ہیں۔ یہ عام طور پر نمی والے مقامات پر رات میں دکھائی دیتا ہے اور دن میں کھیتوں اور جھاڑیوں میں جا چھپتا ہے۔ دریا کا کنارہ جگنو کے رہنے کی پسندیدہ جگہ ہے۔ جگنو کی غذا چھوٹے کیڑے مکوڑے، گھونگے، کیچوے اور مکھیاں ہیں۔ یہ گوشت کھانے کا بڑا شوقین ہے۔ یہ ایک ماہر شکاری کی طرح اپنا شکار داؤں پیچ سے عجیب انداز میں پھنسا لیتا ہے۔ قدرت نے اسے عجیب و غریب صلاحیت سے نوازا ہے۔ اب جگنو کے اس تعجب خیز عمل کے بارے میں بھی سن لیجیے۔ جگنو اپنے ہنسیے جیسے عضو سے دھیرے دھیرے شکار کو گدگداتا ہے اور اسی دوران اس کے جسم میں ایک قسم کا رقیق زہر داخل کر دیتا ہے۔ اس سے اس کا شکار بے ہوش سا ہو جاتا ہے۔ اسی وقت شکار کا جسم گلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور جگنو اسے بہت شوق سے پیتا ہے۔ جگنو کا سب سے بڑا دشمن مینڈک ہے اس کا دورِ زندگی تتلی سے ملتا جلتا ہے۔ مادہ جگنو انڈے دینے میں بڑی لاپرواہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اڑتے وقت گھاس یا درخت کہیں بھی انڈے دے کر اڑ جاتی ہے اور ان انڈوں سے بعد میں بچے نکل آتے ہیں۔ اندھیرے میں جگنو کے انڈے بھی چمکتے ہیں۔

جگنو کی سب سے بڑی تعجب خیز خصوصیت اس کا رک رک کر چمکنا ہے۔ جگنو کے جسم پر نچلے حصے میں سفید نقطے ہوتے ہیں جسے ہم روشنی والے عضو کے نام سے جانتے ہیں جبکہ بڑے جگنو میں پیٹ کے آخری حصے میں تین چار خانوں میں روشنی کے عضو موجود ہوتے ہیں۔ اس طرح جگنو کا پورا جسم نہیں چمکتا بلکہ جسم کا پچھلا حصہ ہی روشنی دیتا ہے۔ یہ عضو جسم میں پھیلی جالی نما پھلی نلیوں سے جا ملتے ہیں۔ جب بھی جگنو اپنی روشنی کو چمکانا چاہتا ہے تو وہ

اپنے جسم کی ہوا کی نلیوں سے ہوا لینے اور نکالنے کا عمل شروع کر دیتا ہے جس سے روشنی کے عضو جلنے اور بجھنے شروع ہو جاتے ہیں۔ سچ پوچھیے تو جگنو کا چمکنا ایک کیمیائی طریقہ ہے جو جگنو کے سانس لینے سے جڑا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب جگنو اندر کی طرف سانس کھینچتا ہے تو روشنی والے عضو چمکنے لگتے ہیں۔ لیکن جب جگنو سانس باہر نکالتا ہے تو چمکنے والے عضو بجھ جاتے ہیں۔ اس کے ذمے دار دو کیمیائی مادّے ''لوسی فرین'' اور لوسی فیریز'' ہیں جو لوسی فر لفظ سے بنے ہیں جس کے معنی ہیں'' روشنی والا'' ان مادوں کی دریافت فرانس کے سائنس داں رافیل ڈبودانے کی تھی، جب جگنو سانس لیتا ہے تو سانس کی نلی کے ذریعے ہوا اس کیمیائی مادّے کو چھوتی ہے۔ جسے ہم لوسی فرین کے نام سے جانتے ہیں۔ ہوا میں شامل آکسیجن سے ملتے ہی وہ مادّے چمک اٹھتے ہیں اور اس طرح جگنو کا جسم چمکتا اور بجھتا رہتا ہے۔ عام طور پر جگنو پانچ سے آٹھ سیکنڈ کے وقفے سے چمکتا بجھتا ہے۔ لیکن ہر جگنو اسی وقت چمکتا ہے جب وہ اڑتے وقت اوپر کی طرف اٹھ رہا ہوتا ہے۔ گرتے وقت نر جگنو، مادہ جگنو کے مقابلے میں زیادہ تیز چمکتے ہیں۔ جب کہ مادہ جگنو دو سیکنڈ کے وقفے پر چمکتے ہیں۔ ہر جگنو میں ان کا چمکنا اور بجھنا تیز یا ہلکا ہونا سبھی کچھ ان کی خواہش پر منحصر ہے۔ مثال کے طور پر جگنو جس قدر لمبی سانس لے گا۔ چمک اسی قدر تیز ہوگی۔ کیونکہ آکسیجن کی مقدار اتنی ہی زیادہ ملتی ہے۔ لیکن سانس چھوڑے گی تو چمک کم ہوگی۔ کیونکہ آکسیجن کی مقدار کم ملے گی۔

جگنو دشمنوں سے اپنے کو بچانے کے لیے کچھ سیکنڈ تک سانس روک سکتا ہے اور درختوں کی پتیوں میں چھپ جاتا ہے۔ اس وقت جگنو کا چمکنا بند ہو جاتا ہے۔ اس طرح جگنو اپنے دشمنوں کو بڑی خوبی سے چکما دے کر بچ نکلتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دشمن کی پکڑ میں آسانی سے نہیں آتا۔

جگنو کی روشنی ٹھنڈی کیوں ہے؟

شاید آپ نے غور نہ کیا ہو کہ جگنو کی چمکنے والی روشنی میں کسی طرح کی گرمی نہیں ہے یہ سائنس دانوں کے لیے اب بھی راز بنا ہوا ہے۔ جسے اب تک وہ سمجھ نہیں سکے ہیں۔ حالانکہ سبھی روشنیوں میں گرمی ضرور موجود ہوتی ہے۔ لیکن جگنو میں کیمیائی مادہ کے جلنے کے باوجود ہمیں کوئی راکھ یا گرمی نہیں ملتی۔ اگر اس راز کو معلوم کرنے میں سائنس داں کامیاب ہو گیے تو یہ روشنی کانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کے لیے کسی نعمت سے کم نہ ہوگی کیونکہ اس روشنی سے جلنے والی گیسوں کے جلنے کا خطرہ باقی نہ رہے گا۔ جگنو کسانوں کا گہرا دوست ہے۔ کیونکہ یہ بہت سے کیڑے مکوڑوں کو کھا جاتا ہے جو پودوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

سوالات

ا۔ جگنو کو انگریزی میں کیا کہتے ہیں؟

۲۔ جگنو زیادہ تر کہاں پائے جاتے ہیں؟

۳۔ سرخ اور سبز روشنی والا جگنو کہاں پایا جاتا ہے اور اسکی لمبائی کتنی ہوتی ہے؟

۴۔ جگنو اپنے شکار کو کس طرح بے ہوش کر دیتا ہے؟

۵۔ جگنو کا سب سے بڑا دشمن کون ہے؟

۶۔ جگنو کن مادّوں کے سبب چمکتا ہے؟

۷۔ جگنو خود کو دشمن سے بچانے کے لیے کیا کرتا ہے؟

مشق

ا۔ لفظ و معنی

لفظ	معنی	لفظ	معنی
راز	بھید۔ پوشیدہ بات	مادّہ	ہر چیز کی اصل۔ جوہر
جھنڈ	بھیڑ۔ گلہ	وقفہ	مہلت۔ تھوڑی سی دیر
نمی	گیلا پن	دریافت	جانچ پڑتال۔ کھوج
عضو	جسم۔ جسم کا حصہ	منحصر	متعلق۔ وابستہ
رقیق	پتلا (پانی کی طرح) نرم	کیمیائی	وہ چیزیں جو کیمیائی طریقے سے حاصل ہوں

۲۔ اس مضمون میں جگنو میں پائے جانے والے جن مادوں کا ذکر ہوا ہے ان کے نام لکھیے۔

۳۔ ذیل کے جملوں میں غلطیاں موجود ہیں۔ پڑھایے گیے سبق کی مدد سے ان غلطیوں کو درست کیجیے۔

(ا) جگنو کی تقریباً دو ہزار قسمیں پائی جاتی ہیں۔ (۲) جگنو چار ٹانگوں والا ایک چھوٹا جاندار ہے۔ (۳) اندھیرے میں جگنو کے پر بھی چمکتے ہیں۔ (۴) لوسی فیرین اور لوسی فیریز کی دریافت ای این ہاروے نے کی تھی۔ (۵) جگنو چار سے چھے سیکنڈ کے وقفے سے چمکتا اور بجھتا ہے۔

۴۔ جگنو کو پکڑ لو۔ صراحی میں پانی بھر دو۔ بیٹھ جاؤ۔ ان جملوں میں ایسے فعل ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ کسی کو حکم دیا جا رہا ہے۔ لہٰذا اس کو "فعل امر" کہتے ہیں۔ جن افعال (فعل کی جمع افعال) سے کسی کام کی ممانعت یعنی کام کے نہ کرنے کی ہدایت ظاہر ہو اس کو "فعل نہی" کہتے ہیں۔ جیسے جگنو کو مت پکڑو۔ صراحی میں پانی مت بھرو۔ مت بیٹھو۔ ذیل کے مصدروں سے فعل امر اور فعل نہی کے جملے بنائیے۔

کاٹنا۔ بولنا۔ کھولنا۔ ہنسنا۔ دینا۔

۵۔ لکیر کھینچ کر درست تعلق قائم کیجیے:

الف	ب
چھے پیروں والا پتنگا	روشنی والا
رافیل دبودا	کیمیائی مادہ
لوسی فر	جگنو
لوسی فیرین	فرانس کا سائنس داں

۶۔ آپ کے لیے کام:

جگنو کے جسم کا کون سا حصہ چمکتا ہے؟ پروجکٹ کی کاپی میں جگنو کی تصویر بنا کر چمکنے والے حصے کو ہلکا سبز رنگ دے کر واضح کیجیے۔

اظہار تشکر

اس کتاب میں شامل بعض مضامین مثلاً ماحول اور جنگل (احمد نور خاں)، کٹک میں فنِ تارکشی (سعید رحمانی)، ہندوستان کی خلائی کامیابیاں (اظہار اثر) اور چمکنے والا جگنو (محمد خلیل) میں طالب علموں کی ذہنی وسعت اور ان کی آسانی کے پیش نظر چند ترمیمات واضافے کیے گیے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ مذکورہ مضامین کے لکھنے والے ان ترمیمات واضافے سے متفق ہوں گے۔ اڈیشا سرکار تمام مصنفین کی جملہ نگارشات کی اس کتاب میں شمولیت پر صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتی ہے۔

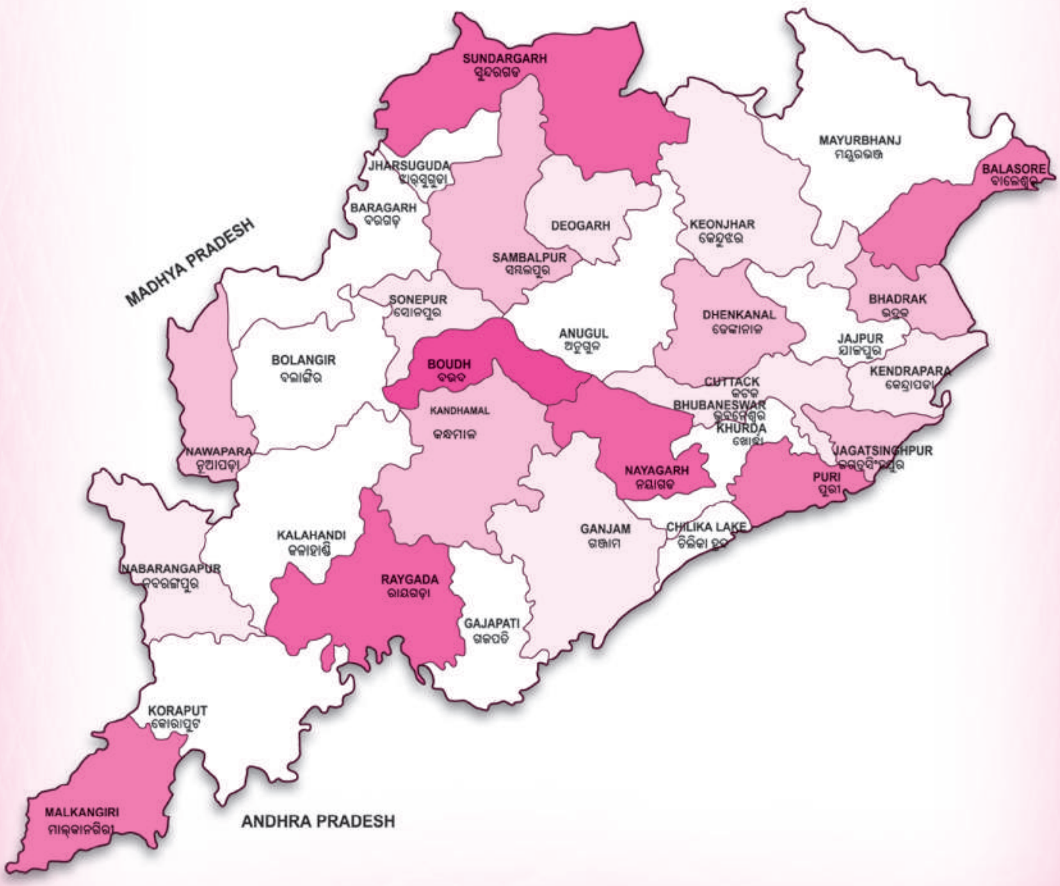

★★★